ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد۱۰ | جمعۃ المبارک ۱۱/اپریل ۲۰۰۳ء | شمارہ ۱۵

۹/صفر ۱۴۲۴ ہجری قمری ❁ ۱۱/شہادت ۱۳۸۲ہجری شمسی

نرم خو اور خوش مزاج

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی گھر میں کیا کیفیت ہوتی ہے انہوں نے فرمایا آپ نہایت نرم خو بے حد خوش مزاج مسکراتے اور تبسم ریز رہتے تھے۔

(شرح المواھب اللدنیہ زرقانی جلد۴ صفحہ ۲۶۳۔دار المعرفہ۔بیروت ۱۹۹۳ء)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

مسیح موعودؑ کا یاجوج ماجوج کے وقت میں آنا ضروری ہے

یاجوج ماجوج وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دنیا میں آگ سے کام لینے میں استاد بلکہ اس کام کی موجد ہے

’’یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں جن کا پہلی کتابوں میں ذکر موجود ہے اور اس نام کی یہ وجہ ہے کہ وہ اَجِیْج سے یعنی آگ سے بہت کام لیں گی اور زمین پر ان کا بہت غلبہ ہوجائے گا اور ہر ایک بلندی کی مالک ہوجائیں گی۔ تب اسی زمانہ میں آسمان سے ایک بڑی تبدیلی کا انتظام ہوگا اور صلح اور آشتی کے دن ظاہر ہوں گے‘‘۔(لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۴)

’’میں نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مسیح موعود کا یاجوج ماجوج کے وقت میں آنا ضروری ہے اور چونکہ اَجِیْج آگ کو کہتے ہیں جس سے یاجوج ماجوج کا لفظ مشتق ہے۔ اس لئے جیسا کہ خدا نے مجھے سمجھایا ہے یاجوج ماجوج وہ قوم ہے جو تمام قوموں سے زیادہ دنیا میں آگ سے کام لینے میں استاد بلکہ اس کام کی موجد ہے اور ان ناموں میں یہ اشارہ ہے کہ ان کے جہاز، ان کی ریلیں، ان کی کلیں آگ کے ذریعہ سے چلیں گی۔ اور ان کی لڑائیاں آگ کے ذریعہ سے ہوں گی۔ اور وہ آگ سے خدمت لینے کے فن میں تمام دنیا کی قوموں سے فائق ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے وہ یاجوج ماجوج کہلائیں گے۔ سو وہ یورپ کی قومیں ہیں جو آگ کے فنون میں ایسے ماہر اور چابک اور یکتائے روزگار ہیں کہ کچھ بھی ضرور نہیں کہ اس میں زیادہ بیان کیا جائے۔ پہلی کتابوں میں بھی جو بنی اسرائیل کے نبیوں کو دی گئیں یورپ کے لوگوں کو ہی یاجوج ماجوج ٹھہرایا گیا ہے بلکہ ماسکو کا نام بھی لکھا ہے جو قدیم پایۂ تخت روس تھا۔ سو مقرر ہو چکا تھا کہ مسیح موعود یاجوج ماجوج کے وقت میں ظاہر ہوگا‘‘۔(ایام الصلح صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۳)

’’حدیثوں میں بظاہر یہ تناقض پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود کے مبعوث ہونے کے وقت ایک طرف تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ یاجوج ماجوج تمام دنیا میں پھیل جائیں گے اور دوسری طرف یہ بیان ہے کہ تمام دنیا میں عیسائی قوم کا غلبہ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث یَکْسِرُ الصَّلِیْبَ سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ صلیبی قوم کا اس زمانہ میں بڑا عروج اور اقبال ہوگا۔ ایسا ہی ایک دوسری حدیث سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ اس زمانہ میں رومیوں کی کثرت اور قوت ہوگی یعنی عیسائیوں کی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں رومی سلطنت عیسائی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف میں فرماتا ہے غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ۔ اس جگہ بھی روم سے مراد عیسائی سلطنت ہے۔ اور پھر بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت دجّال کا تمام زمین پر غلبہ ہوگا اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظّمہ کے دجال محیط ہوجائے گا۔

اب کوئی مولوی صاحب بتلاویں کہ یہ تناقض کیونکر دور ہوسکتا ہے۔ اگر دجّال تمام زمین پر محیط ہوجائے گا تو عیسائی سلطنت کہاں ہوگی۔ ایسا ہی یاجوج ماجوج جن کی عام سلطنت کی قرآن شریف خبر دیتا ہے وہ کہاں جائیں گے۔ سو یہ غلطیاں ہیں جن میں یہ لوگ مبتلا ہیں جو ہمارے مکفّر اور مکذّب ہیں۔ واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ دونوں صفات یاجوج ماجوج اور دجّال ہونے کے یورپین قوموں میں موجود ہیں کیونکہ یاجوج ماجوج کی تعریف حدیثوں میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اُن کے ساتھ لڑائی میں کسی کو طاقت مقابلہ نہیں ہوگی اور مسیح موعود بھی صرف دعا سے کام لے گا۔ اور یہ صفت کھلے کھلے طور پر یورپ کی سلطنتوں میں پائی جاتی ہے اور قرآن شریف بھی ان کا مصدّق ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ اور دجّال کی نسبت حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ وہ دجل سے کام لے گا اور مذہبی رنگ میں دنیا میں فتنہ ڈالے گا۔ سو قرآن شریف میں یہ صفت عیسائی پادریوں کی بیان کی گئی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں ایک ہی ہیں۔ اسی وجہ سے سورۃ الفاتحہ میں دائمی طور پر یہ دعا سکھلائی گئی کہ تم عیسائیوں کے فتنہ سے پناہ مانگو۔ یہ نہیں کہا کہ تم دجّال سے پناہ مانگو۔ پس اگر کوئی اور دجّال ہوتا جس کا فتنہ پادریوں سے زیادہ ہوتا تو خدا کی کلام میں بڑا فتنہ چھوڑ کر قیامت تک یہ دعا نہ سکھلائی جاتی کہ تم عیسائیوں کے فتنہ سے پناہ مانگو۔ اور یہ نہ فرمایا جاتا کہ عیسائی فتنہ ایسا ہے کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں، پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ بلکہ یہ کہا جاتا کہ دجّالی فتنہ ایسا ہے جس سے قریب ہے کہ زمین و آسمان پھٹ جائیں۔ بڑے فتنہ کو چھوڑ کر چھوٹے فتنہ سے ڈرانا بالکل غیر معقول ہے‘‘۔(چشمۂ معرفت صفحہ ۷۷ تا ۷۹ حاشیہ)

طاقتور وہی ہے جو اپنے نفس پر غصہ کی حالت میں قابو پائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی خاطر ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر لیا

(آیات قرآن مجید، احادیث نبویہ اور حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات و واقعات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت القوی کے مختلف پہلوؤں کا بیان)

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۲۸/مارچ ۲۰۰۳ء)

(لندن ۲۸/مارچ): سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن میں ارشاد فرمایا۔ تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد آیات کریمہ ﴿اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ......﴾ (سورۃ التکویر:۲۰،۲۱) کی تلاوت اور ترجمہ کے بعد فرمایا: آج بھی انشاء اللہ خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت قوی کا مضمون بیان کیا جائے گا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی میں مختلف قسم کے بوجھ اٹھائے ہوئے تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ قوی سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ گویا اپنے عملی نمونے سے آپ نے اس صفت کے مضمون کو اس طرح اپنی ذات میں جاری فرمایا کہ اس صفت کے کامل مظہر بن گئے۔

حضور ایدہ اللہ نے سورۃ احزاب کی آیت ۷۳ ﴿اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ......الخ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ پہاڑ جسے موسیٰ نے خدا کی تجلّی سے ریزہ ریزہ ہوتے دیکھا تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس پہاڑ سے زیادہ قوی تھے اسی لئے آپ کو انسان کامل فرمایا گیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں امانت سے مراد میں قرآن کریم سمجھتا ہوں جس کے متعلق فرمایا اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اللہ کی خشیت سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ قرآن کی تجلّی وہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ تو اس کا متحمل نہیں ہو سکتا مگر وہ قرآنی تجلی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو آپ نے اس امانت کا بوجھ اٹھا لیا اور اسے قبول فرما لیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: آیت ﴿وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ بھی دلالت کر رہی ہے کہ خدا کا حقیقی مطیع انسان ہی ہے جو اپنی اطاعت کو محبت اور عشق تک پہنچاتا ہے اور خدا کی بادشاہت کو ہزارہا بلاؤں کو سر پر لے کر زمین پر ثابت کرتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے آنحضرت ﷺ کے قوی ہونے کے ثبوت کے طور پر یہاں احادیث سے بعض واقعات پیش فرمائے ایک دفعہ ابوجہل نے قریش کے سرداروں کی اجازت سے ارادہ کیا کہ کل میں ایک ایسا پتھر جو مجھ سے اُٹھایا جا سکتا ہو اٹھا کر انتظار کروں گا۔ جب محمد ﷺ سجدے میں جائے گا تو اس پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ صبح ہوئی تو ابوجہل پتھر لے کر آنحضور ﷺ کی انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضور تشریف لائے، نماز کے لئے کھڑے ہوئے، قریش اپنی مجلس میں بیٹھ گئے کہ دیکھیں کہ ابوجہل کیا کرتا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سجدہ میں گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا اور حضور کی طرف گیا۔ مگر جب وہ بالکل قریب ہوا تو اچانک واپس مڑا اس کا رنگ فق ہو گیا۔ وہ سخت مرعوب تھا اور اس نے پتھر ایک طرف پھینک دیا۔ قریش کے لوگ اس کی طرف گئے اور اس سے پوچھا۔ ابوالحکم! تجھے کیا ہوا ہے؟ ابوجہل نے کہا میں نے کل تم سے جو بات کی تھی اس کی تکمیل کے لئے جب میں محمد ﷺ کے قریب گیا تو میرے اور ان کے درمیان مجھے ایک مست نر اونٹ نظر آیا۔ خدا کی قسم! میں نے زندگی میں کبھی کسی اونٹ کی ایسی کوہان، ایسی گردن اور ایسی کچلیاں نہیں دیکھیں۔ مجھے خوف ہو گیا کہ وہ مجھے کھا جائے گا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی اسی طرح کا ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے تو اس وقت گجرات کا ہندو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام پر مسمریزم کرنے کی غرض سے آیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں مسمریزم کے زور سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو نچاؤں گا۔ اس نے اپنی طرف سے بہت زور لگایا لیکن کچھ دیر کے بعد وہ گھبرا گیا اور چیخیں مارتا ہوا بھاگا۔ لوگ اس کے پیچھے گئے انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا تھا۔ اس نے کہا جب میں مسمریزم کے لئے زور لگا رہا تھا تو مجھے آپ کے پیچھے ایک بپھرا ہوا شیر نظر آیا اس سے بچنے کے لئے میں وہاں سے بھاگا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص بعد میں حضور علیہ السلام کا بے حد معتقد ہو گیا تھا اور خط و کتابت بھی کرتا رہا اور کہا کرتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب یقیناً خدا تعالیٰ کے بہت بڑے برگزیدہ ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر جو آپ نے خدا کی خاطر بوجھ اُٹھایا تھا اس کی وجہ سے بہت بوجھ ڈالے گئے۔ ایک دفعہ ابوجہل اور اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ تم میں سے کون فلاں قبیلے سے اونٹوں کی اوجھڑی لا کر محمد ﷺ کی پیٹھ پر رکھ دے گا جب کہ وہ سجدے میں ہوں۔ ایک بدبخت اٹھا اور اوجھڑی اٹھا لایا اور جب حضور سجدے میں گئے تو اس نے وہ اوجھڑی حضور کے کندھوں کے درمیان رکھ دی۔ حضرت فاطمہ نے آ کر وہ اُجھڑی آپ کے کندھوں سے ہٹائی اور آپؐ نے سر اٹھایا اور آپؐ نے تین دفعہ فرمایا **اللھم علیک بقریش** کہ اے اللہ تو ہی قریش سے نپٹ۔ چنانچہ حضور ﷺ کی اس بددعا کے نتیجے میں یہ سارے کے سارے عمائدین جنگِ بدر میں مارے گئے تھے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ لوگ ایک وزنی پتھر اٹھانے کا مقابلہ کر رہے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یہ کیا کر رہے ہو صحابہؓ نے عرض کیا: پتھر اٹھانے کا مقابلہ ہے پتہ چلے کہ کون قوی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھو طاقتور تو وہی ہے جو اپنے نفس پر غصہ کی حالت میں قابو پا جائے ورنہ ظاہری طاقت کے کوئی معنے نہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر سے آپ کے صحابہ میں بھی غیر معمولی طاقت پیدا ہو گئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ انہیں اپنے غصے پر بہت قابو تھا جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بہادر وہ ہے جو اپنے غصے پر قابو پا لے۔ ایک دفعہ ایک بڑے مضبوط پہلوان سے آپ کا جنگ میں مقابلہ ہوا۔ آپ نے اس کو پچھاڑ لیا اب قریب تھا کہ اسے قتل کر دیتے اس نے اس وقت آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ آپ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اس نے حیرت سے کہا کہ آپ مجھے چھوڑ کر کیوں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں بڑی مشکل سے آپ نے مجھ پر قابو پایا تھا۔ آپ نے کہا کہ پہلے میں خدا کی خاطر تجھ سے لڑ رہا تھا اب میرا نفس شامل ہو گیا ہے مجھے غصہ آ گیا تھا تمہارے تھوکنے پر اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اس پر وہ شخص اتنا متأثر ہوا کہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیسیوں آدمیوں کے کام اکیلے کرنے کی قوت عطا فرمائی گئی تھی آپ کے قلمی جہاد کا مختصر جائزہ یہ ہے کہ اٹھائیس سال میں ۱۸۸۰ سے ۱۹۰۸ تک باوجود مستقل بیماریوں کے اپنی روزمرہ کی مصروفیات میں آپ نے مہمانوں کی بھی خدمت کی، مجالس میں بیٹھے، سوال و جواب میں حصہ لیا اور بہت سی کتب جو شائع کی ہیں وہ پندرہ ہزار صفحات سے بڑھ کر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں گالی اور جوش دلانے والے الفاظ سن کر صبر کرنا مردوں کا کام ہوتا ہے اگر کوئی ایسا کر کے دکھاوے تو ہم جانیں۔ نرمی ہی مشکل ہے، سختی تو ہر ایک شخص کر سکتا ہے۔

اَنْزِلْ جُنُوْدَکَ یَاقَدِیْرُ لِنَصْرِنَا

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منظوم عربی کلام سے چند منتخب اشعار)

یَارَبِّ اَرِنِیْ یَوْمَ کَسْرِ صَلِیْبِهِمْ — یَارَبِّ سَلِّطْنِیْ عَلٰی جُدْرَانِهِمْ
وَلَقَدْ اُمِرْتُ مِنَ الْمُهَیْمِنِ بَعْدَمَا — هَاجَتْ دُخَانُ الْفِتَنِ مِنْ نِیْرَانِهِمْ
مَاقُلْتُ بَلْ قَالَ الْمُهَیْمِنُ هٰکَذَا — مَاجِئْتُهُمْ بَلْ جَآءَ وَقْتُ هَوَانِهِمْ
وَسَیُرْغِمُ اللّٰهُ الْقَدِیْرُ اُنُوْفَهُمْ — وَیُرِی الْمُهَیْمِنُ ذُلَّ دَاءِ خُنَانِهِمْ
اِنَّ الصَّلِیْبَ سَیُکْسَرَنْ وَّ یُدَقَّقَنْ — جَاءَ الْجِیَادُ وَ زَهَقَ وَقْتُ اَتَانِهِمْ
یَهْوِیْ اِلَیْهِمْ کُلُّ نِکْسٍ فَاسِقٍ — لِیَبِیْتَ شَبْعَانًا بِلَحْمِ جِفَانِهِمْ
عَارٌ عَلَی الْفَطِنِ الزَّکِیِّ طَعَامُهُمْ — ضَارٌ لِّخَلْقِ اللّٰهِ مَاءُ شِنَانِهِمْ
لِلْمَرْءِ قُرْبُ الْمُوْذِیَاتِ جَمِیْعِهَا — خَیْرٌ لِّحِفْظِ الدِّیْنِ مِنْ قُرْبَانِهِمْ
لَکَ کُلَّ یَوْمٍ رَبِّ! شَأْنٌ مُعْجِبٌ — فَانْصُرْ عِبَادَکَ رَبِّ! فِیْ مَیْدَانِهِمْ
نَقْنِی التَّضَرُّعَ وَالْبُکَآءَ تَصَبُّرًا — نَأْوِیْ اِلَی الرَّحْمَانِ مِنْ رُکْبَانِهِمْ
لِلّٰهِ سَهْمٌ لَّا یَطِیْشُ اِذَارَمٰی — لِلْحَقِّ سُلْطَانٌ عَلٰی سُلْطَانِهِمْ
اَنْزِلْ جُنُوْدَکَ یَاقَدِیْرُ لِنَصْرِنَا — اِنَّا لَقِیْنَا الْمَوْتَ مِنْ لُقْیَانِهِمْ
یَارَبِّ قَدْ بَلَغَ الْقُلُوْبُ حَنَاجِرًا — یَارَبِّ نَجِّ الْخَلْقَ مِنْ ثُعْبَانِهِمْ
اِنَّ الْقُلُوْبَ مِنَ الْکُرُوْبِ تَقَطَّعَتْ — فَارْحَمْ وَخَلِّصْ رُوْحَنَا مِنْ جَانِّهِمْ
وَدَعِ الْعِدَا جَزْرَالسِّبَاعِ یَنُشْنَهُمْ — وَاشْفِ الْقُلُوْبَ بِخِزْیِهِمْ وَ هَوَانِهِمْ

ترجمہ: اے میرے ربّ! صلیب کا ٹوٹنا مجھے دکھلا۔ اے میرے ربّ! ان کی دیواروں پر مجھ کو مسلّط کر۔ اور میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اس وقت کے بعد جو پادریوں کی آگ سے دھوئیں اٹھے۔ یہ میں نے نہیں کہا بلکہ خدا تعالیٰ نے اسی طرح کہا۔ میں ان کے پاس نہیں آیا بلکہ ان کی ذلّت کا وقت آ گیا۔ عنقریب خدا تعالیٰ ان کی ناکوں کو خاک میں ملائے گا اور ان کی ناک کی بیماری کی ذلّت دکھا دے گا۔ صلیب تو عنقریب ٹوٹ جائے گی گھوڑے آئے اور گدھیاں بھاگیں۔ ہر ایک ضعیف فاسق ان کی طرف گرتا ہے۔ تا ان کے پیالوں کے گوشت سے پیٹ بھر کے رات گزارے۔ ایک دانا پاک طبع پر عار ہے کہ ان کا کھانا کھاوے اور خلق اللہ کے لئے ان پرانی مشکوں کا پانی مضر ہے۔ انسان کے لئے تمام موذی جانوروں کا قرب ان کے قرب سے اپنا دین بچانے کے لئے بہتر ہے۔ اے میرے ربّ! ہر یک دن تیری عجیب شان ہے سو تو اپنے بندوں کی ان کے میدان میں مدد کر۔ ہم صبر کر کے تضرّع اور رونے کو لازم پکڑتے ہیں اور ان کے سواروں سے ہم خدائے تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں۔ خدا کا تیر وہ ہے کہ جب چھوٹا تو خطا نہیں جاتا اور خدا کا قہر ان کے قہر پر غالب ہے۔ اے قادر! ہمارے لئے اپنا لشکر اتار کیونکہ ہم ان کے ملنے سے موت کو ملے۔ اے میرے ربّ! دل حلق کو پہنچ گئے۔ اے میرے ربّ! خلقت کو ان کے سانپ سے نجات دے۔ دل بیقراریوں سے ٹکڑے ہو گئے سو رحم کر اور ہماری جان کو ان کے دیو سے رہائی بخش۔ اور دشمنوں کو بھیڑیوں کی بکری بنا تا ان کو پکڑیں اور نوچ نوچ کر کھاویں۔ اور ہمارے دلوں کو ان کی رسوائی اور ذلّت سے شفا بخش۔

ستم و جَور بڑھ گیا حد سے

آہ! دنیا پہ کیا پڑی اُفتاد
مہرِ اسلام ہوگیا مخفی
آج مسلم ہیں رنج و غم سے چُور
رُوحِ اسلام ہوگئی محصور
جو بھی ہے دشمنِ صداقت ہے
جھوٹ نے خوب سر نکالا ہے
دشمنانِ شریعتِ حقّہ
اس ارادے پہ گھر سے نکلے ہیں
ہے ہمارے علاج کا دعویٰ
مگر اس قصد کے بہانے سے
ستم و جَور بڑھ گیا حد سے
ہے غضب۔ ہیں وہ شائقِ بیداد
پھر یہ ہے قہر ظلم کر کے وہ

دین و ایمان ہوگئے برباد
سارے عالم پہ چھا گیا ہے سواد
اور کافر ہیں خندہ زن دلشاد
کُفر کا دیو ہوگیا آزاد
دینِ حق سے ہے اس کو بغض و عناد
ہے صداقت کی ہل گئی بنیاد
چاہتے ہیں تغلّب و اِفساد
دینِ اسلام کو کریں برباد
کہتے ہیں اپنے آپ کو فتّاد
کر رہے ہیں وہ کارِ صد جلّاد
انتہا سے نکل گئی بیداد
پھر ستم یہ کہ ہیں ستم ایجاد
خود ہمیں سے ہیں ہوتے طالبِ داد

(کلام محمود)

”اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار“

(عبدالسمیع نون)

مراق، مالیخولیا، دیوانگی، پاگل پن ایک دماغی مرض کے مختلف مراحل اور اقسام ہیں۔ ان کے علاج کے لئے مینٹل ہسپتال ہر ملک میں موجود ہیں۔ لیکن آج مَیں جس دیوانگی اور جس جنون کا ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ سراسر ایک مختلف جذبہ ہے۔ لیکن کئی اقدار مشترک بھی ہیں۔ ہر قسم کے دماغی عارضے میں جن کا کوئی بھی نام رکھ لیں، نفع نقصان اور کامیابی و ناکامی بلکہ اپنے مقصود کو پا لینے میں زندگی کی بھی پرواہ نہیں ہوتی اور موت سے بھی کچھ خوف نہیں رہتا۔

اطبّاء اس مرض کی کئی فنی قسمیں کریں گے۔ مَیں ایک مختلف جہت سے اللہ اور رسول کے دیوانے اور دنیا کے دیوانوں کی موٹی تقسیم کر کے آگے بڑھوں گا۔ اللہ اور رسول کا دیوانہ نعرہ لگاتا ہے۔

’اس راہ میں جان کی کیا پرواہ، جاتی ہے اگر تو جانے دو‘

پھر اس قسم کے جنون میں اللہ کے سوا کسی بڑے سے بڑے کا خوف یا ڈر نہیں رہتا۔ خوف اللہ کے مجنون کے دل میں تو داخل نہیں ہوسکتا۔ خواہ کوئی بادشاہ ہو، خواہ کوئی وزیراعظم ہو، خواہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہو، یا کوئی سربراہ حکومت ہو۔ ان کے دل دنیاوی خوفوں سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ہمّ وغم ان کے نزدیک نہیں پھٹکتے۔

ایسے ہی دیوانوں کے ہاں حساب کتاب اور جمع تفریق اور نفع نقصان کے کوئی پیمانے ہی نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس راہ پر چلنے سے مال و دولت کا بھی نقصان ہوگا۔ اولاد کا بھی ضیاع ممکن ہے۔ اپنی جان کو سخت خطرے پیش آئیں گے۔ غرض کئی آفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر یہ اللہ کے دیوانے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اور جو منزل مقصود متعین کر لیتے ہیں اسے پا لینے میں دیوانہ وار بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ ان کے راستے میں دیواریں کھڑی کی جاتی ہیں، کانٹے بچھائے جاتے ہیں مگر وہ اپنی دُھن میں مست کسی رکاوٹ سے رکتے نہیں۔ ثاقب بھائی انہیں کی حالت یوں بیان کرتے ہیں۔

دیوانے بھلا کب رکتے ہیں رستے میں کھڑی دیواروں سے
ہم ہنستے کھیلتے گزریں گے طوفانوں سے منجدھاروں سے

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

انہیں کی راہ میں بچھایا کرتے ہیں خار اکثر زمانے والے
جو لوگ ہیں تپتے ریگزاروں میں لالہ وگل کھلانے والے

الغرض یہ دیوانگی اور یہ جنون ایک ایسا قابل تعریف جذبہ ہے جسے مامور زمانہ نے بھی مختلف مقامات پر تعریفی الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ:

اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

آج کی نشست میں چند ایک مجنونوں کے جنون کی وارداتوں کا ذکر کروں گا۔ مجنون بھی وہ جن کے قدموں میں جان نچھاور کرنا عین سعادت ہے۔ اور دیوانگی کے قصّے بھی ایسے جن سے روح کو بالیدگی اور ایمان کو نور نصیب ہوتا ہے۔ اپنے محبوب کی راہ میں وہ ایسے فنا ہو جاتے ہیں کہ وہ نام نہاد ایمان کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے۔ اور اس کفر کو ترجیح دیتے ہیں جو انہیں محبوب ازلی کا دیدار کرا دے۔ چنانچہ اپنا اور واعظ کا مقابلہ کرتے ہوئے وہ کبھی یوں بھی کہہ دیتے ہیں۔

مجھ پہ اے واعظ نظر کی یار نے تجھ پر نہ کی
حیف اس ایماں پہ جس سے کفر بہتر لاکھ بار

وہ کشتیٔ اسلام کو ساحل پر پہنچانے کی تمنا رکھتے ہیں۔ اور اس کے لئے بھی جنون کے ساتھ اللہ قادر کے لطف وکرم کا ہی سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کسی بنئے کا حسابی جمع خرچ اس طوفان سے نہیں نکالے گا بلکہ جو اس طوفان میں غرق ہونے کے لئے تیار نہیں وہ اللہ کے لطف وکرم کو جذب نہیں کرسکتا اور اس کشتی کو پار نہیں لگا سکتا۔ اور برملا اس کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار

غرض یہ دیوانگی عشق کا اک نشان ہے مگر عاشقوں کے بغیر اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ آج مَیں اس دیوانگی اور جذبۂ جنون کے چند مناظر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

رئیس الاطبّا حضرت مولانا نورالدینؓ مطب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اپنے آقا کا دِلّی سے ایک تار ملتا ہے کہ فوراً دہلی پہنچ جاویں۔ اب عقل کہتی ہے کہ گھر جاؤ، کپڑوں کا جوڑا ساتھ لے لو، گھر والوں کو سفر پر جانے کا بتا دو، سفر خرچ پلّے باندھو اور فوراً روانہ ہو جاؤ۔ مگر جنون جو جذبہ عشق فراواں کا دوسرا نام ہے۔ اس میں تو کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے۔ فوراً اٹھے، جوتے گھسیٹتے ہوئے پاؤں میں ڈالتے، چلتے چلتے پگڑی باندھتے جاتے ہیں۔ جیب میں ایک پیسہ نہیں۔ کسی نے پوچھا تو فرمایا: حضرت صاحب کا حکم ہے، فوراً آؤ۔ بس مَیں چل پڑا ہوں۔ لفظ ”فوراً“ کے معنوں کی لغات ہی بدل کر رکھ دی۔ اللہ پر توکل کامل ہے۔ بٹالہ پہنچتے ہیں تو گاڑی کے چلنے میں کچھ تاخیر ہے، کوئی آدمی دوڑتا ہوا آیا اور التجا کی کہ میری بیوی کو مہربانی فرما کر دیکھ لیں۔ فرمایا: کہیں نہیں جاسکتا کہ مجھے فوراً دلی پہنچنے کا حکم ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت گاڑی کے جانے میں آدھ گھنٹے کی تاخیر ہے، میرا گھر پاس ہی ہے ۱۰/۱۵ منٹ میں واپس آ جاتے ہیں۔ اب اس کے دکھی دل اور اس کی دردمندانہ اور اضطرابی کیفیت نے ایک دوسرے جذبہ ایثار وجنوں کو ایک اور جہت میں کچوکا دیا۔ اس کا اضطراب دیکھا نہ گیا۔ بیمار کو دیکھا، الٹے پاؤں واپس آئے تو اس شخص نے دہلی کا ٹکٹ اور کچھ رقم آپ کی جیب میں ڈالی۔ آقا حکم دے اور غلام کیسے اس کی تعمیل کرے یہ سبق کوئی حضرت نورالدینؓ سے ہی سیکھے۔

اس واقعہ سے اخلاق عالیہ اور بلند پایہ اطاعت شعاری اور توکل علی اللہ کا ایک ایسا اسوہ ہمارے سامنے آتا ہے جس کی مثال کہیں قرون اولیٰ میں ہی ملے گی۔ سچ کہا تھا خمارؔ نے کہ۔

عقل و دل اپنی اپنی کہیں جب خمارؔ
عقل کی سنئے دل کا کہا کیجئے

۱۸۸۴ء میں ریاست کشمیر کے وزیراعظم کے ذریعہ ایک اشتہار ہاتھ لگا تو قادیان پہنچے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ (حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام) سیڑھیوں سے اترے تو مَیں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی میرزا ہے اور اس پر سارا ہی قربان ہو جاؤں۔

آپ نے فرمایا: امید ہے آپ جلد واپس آ جاویں گے۔ حالانکہ ملازم تھا اور بیعت وغیرہ کا سلسلہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ پھر مَیں آ گیا اور ایسا آیا کہ یہیں کا ہو رہا۔ ایک بار حکم ہوا، بھیرہ کا خیال بھی ترک کر دیں اور حضرت نورالدینؓ فرماتے ہیں: ”پھر اس کے بعد بھیرہ کا خیال دل میں کبھی بھول کر بھی نہ گزرا“۔

دنیا میں عشق و وارفتگی کے کئی قصے سنے ہیں مگر ایسا نہ کوئی محبّ دیکھا نہ کوئی محبوب، نہ کوئی عاشق نہ کوئی معشوق۔ بلکہ یہاں تو جنون نے یہ حال کر دیا کہ عاشق معشوق بھی ہے اور معشوق عاشق بھی ہے۔ مَن و تو کا فرق یکسر مٹ چکا ہے۔ سلطان القلم ہی اس حالت کو بیان کرسکتے ہیں۔ فرمایا:

”وہ (حضرت نورالدین) ہر ایک امر میں میری اس طرح پیروی کرتا ہے جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے“۔

اس قسم کے جنون کا ایک لازمی اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر شے اپنے محبوب کے قدموں میں رکھ دیتے ہیں اور اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھنے میں ہی راحت محسوس کرتے ہیں اور پھر بھی یہ احساس رہتا ہے کہ: ”حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا“۔

سیدنا نورالدین کی حالت عشق وجنون کا نظارہ آپ کے اپنے الفاظ میں کیجئے:

”خاکسار بالکل نابکار اور خاکساری کے ساتھ نہایت ہی شرمسار بحضور حضرت مسیح الزمان عرض پرداز اس خادم بااخلاص اور دلی مرید کا جو کچھ ہے تمامہٗ آپ ہی کا ہے۔ زن وفرزند وروپیہ آبرو وجان“۔

مَیں نہیں جانتا کہ حضرت مولانا نورالدینؓ نے کبھی شعر کہے مگر عشق وجنون ہر ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپؓ نے ۲۵ اشعار پر مشتمل آقا کی مدح میں عربی قصیدہ بھی لکھا۔ ادھر عاشق کا یہ حال تھا، ادھر معشوق بھی وہ جو قدردانی اور مردم شناسی میں یکتا اور منفرد تھا۔ فرماتے ہیں:

”مَیں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے اعلیٰ درجہ کا ”صدیق“ دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے۔ اور باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کا مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کے لئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا کہ کوئی محبّ اُس سے سبقت نہیں لے گیا“۔

گویا دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی۔ شمع پروانے کی محبت کے لئے روشن تھی اور پروانہ شمع پر جان نچھاور کرنے کے لئے بیتاب تھا۔ مگر نہ شمع بجھنے والی تھی، نہ پروانہ ختم ہونے والا بلکہ وہ دونوں آج بھی زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ ہی رہیں گے۔

عشق و وفا کی داستانوں سے تو ہماری تاریخ بھری پڑی ہے۔ مَیں صرف چند ایک ہی کا ذکر یہاں کرسکوں گا۔ اس سے میری غرض یہ ہے کہ ظاہر کروں کہ دیوانگی وہ انمول جذبہ ہے جو بڑی بڑی مہمات سر کر لیتا ہے جبکہ فرزانگی اس کے مقابل میں پانی بھرتی نظر آتی ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے لاکھوں فرزانوں کے مقابل پر صرف دو دیوانے اللہ سے طلب کئے سوچتا ہوں لاکھوں کو صرف دو کی قلیل تعداد سے کیا نسبت۔ مگر سچ ہے:

قدر زر، زرگر بداند یا بداند جوہری

آپ فرماتے ہیں۔

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود میرا پورا ہوا اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

مامور من اللہ کو تو بطور خاص دیوانوں کی دیوانگی سے کام ہوتا ہے۔ ہر طرف سے طعن وتشنیع اور طنز و استہزا کے تیر سینوں پر لینا اور اُف نہ کرنا، یہ فرزانوں کا تو کام نہیں۔ سچے عشق اور حقیقی لگن ہی کا نام دیوانگی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک چھوٹے سے شعر میں علم ومعرفت کا گویا سمندر بند کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

یہ دیوانگی عشق کا ہے نشاں
نہ سمجھے کوئی اُس کو جز عاشقاں

لیکن فارسی کے ایک شعر میں تو کئی سربستہ راز چند لفظوں میں سمجھا دئے۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ دیوانہ کیا کیا کرتا ہے اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ اس کے ساتھ پھر اللہ تعالیٰ کا کیا سلوک ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

دیوانہ کُنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

خدایا تو اپنے دیوانے کو دونوں جہاں کی نعمتیں عطا فرما دیتا ہے مگر تیرے ایک دیوانے نے دو جہانوں کی نعماء کو کیا کرنا ہے اسے تو تُو چاہئے۔

اوپر مَیں نے ایک دیوانے کا مختصر ذکر کیا ہے۔ میرے شعور کا بیان ۱۹۴۴ء سے شروع ہوا۔ جب میں حصول تعلیم کے لئے اس گمنام بستی میں گیا جس میں ایک شخص ظاہر ہوا۔ جس کے ظاہر ہوتے ہی خزاں کا دور بہار میں تبدیل ہو گیا اور عنایات یار سے نسیم کے جھونکے آنے لگے۔ ہاں وہی جس کے آنے کے ساتھ سارے وہ درخت جن میں زندگی کی کچھ بھی رمق باقی تھی وہ سب ہرے ہو گئے اور ان پر اس قدر پھل پڑا کہ وہ میوں سے لد گئے۔ وہاں لوگ دیکھے تو بدلے بدلے سے گویا زمینی ہیں ہی نہیں، کوئی آسمانی مخلوق اتر آئی ہے۔

عبادت کے لئے تو ایک ایک دیوانے کو اپنے محبوب سے راز ونیاز کرتے دیکھا۔ تو محسوس کیا کہ یہ اس دنیا سے اٹھ کر کہیں اور جا بسے ہیں۔ ہم اپنی کم فہمی کے باعث سمجھ نہیں سکتے تھے کہ یہ دو رکعت نماز کتنے عرصہ میں ختم ہوگی۔

مچھلی پانی میں تیرتی نہ کبھی تھکتی یا ہارتی ہے، نہ یہ اپنے آسمانی آقا کے قدموں سے چمٹے ہوئے لقا کے آب حیات سے سیراب ہو کر اس کیفیت سے باہر نکلنے کا نام لیتے ہیں۔ لقا اور فنا کی اصطلاحات اور ان کے پوشیدہ مفہوم کو اپنے عمل سے واضح کر رہے تھے۔

مگر یہ دیوانے تو اس ایک ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیخود ہو چکے تھے۔ جس نے کہا تھا ، اور خدا شاہد ہے سچ کہا تھا کہ ’ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں‘ پھر وہ اکیلا ہی فلک پر نہیں گیا اس نے جس کا ہاتھ تھاما، انہوں نے بھی فلک پر ہی بسیرا کر لیا تھا۔ ان میں سے ایک ’’حضرت شیر علیؓ‘‘ تھے ۔ رانجھا قوم اور مولد ادرحماں ضلع سرگودھا۔

یاد رہے کہ رانجھا قوم ضلع سرگودھا کے پرانے بندوبستی ریکارڈ کے مطابق Main Tribe ہے۔ یہ ہی گویا اس ضلع کے اصل ’’چودھری‘‘ ہیں ۔ انہیں ہم دیکھتے تھے کہ ہمیشہ صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے۔ سر پر سفید براق پگڑی ہوتی۔ دیوانگی تو چودھراہٹ کیا، ہر قسم کی انانیت کو کچل کر نیست کر دینے کا نام ہے۔ یہ رانجھا قوم کا چودھری عید کے موقع پر باہر باغ کے میدان میں اپنے محبوب کی نعلین کی تلاش کر رہا ہے اور خوشی سے جھوم رہا ہے کہ اسے مقصود ہاتھ آ گیا۔ عید کے دن کے اجلی پگڑی کے شملے سے اپنے معشوق کے جوتوں کو صاف کر رہا ہے۔

وہ نمود سے ہمیشہ نفور رہا۔ یہ کام بھی چوری چھپے کر رہا تھا مگر کسی کی نگاہ پڑ گئی تو تاریخ میں یہ بظاہر چھوٹا سا واقعہ آب زر سے لکھے جانے کے لائق ہاتھ لگا۔ بھلا یہ کام کسی فرزانے کے کرنے کا ہے ۔ یہ دیوانے کا ہی کام تھا۔ اے دیوانے تجھ پر لاکھوں فرزانے قربان اور تیری بظاہر چھوٹی سی مجنونانہ حرکت نے کتاب عشق میں ایک زریں باب کا اضافہ کر دیا۔ اے عاشقِ صادق تجھ پر سلام۔ پھر انیسویں صدی کے گریجوئیٹ کو اپنے محبوب و معشوق کی وفات کے بعد مسجد اقصیٰ کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ حضرت ممدوحؑ ایک روز ایک ستون کے ساتھ سہارا لئے کھڑے دیکھے تھے ۔ وہیں یہ محبوب صادق اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا ہے اور آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو برس رہے ہیں ۔ یہ کیا ماجرا تھا۔ بس معشوق کی یاد نے تڑپا دیا۔

مَیں نے ان جیتی جاگتی آنکھوں سے وہ روشنی کا مینار، چودہ صدیوں کے انتظار کے بعد آنے والا معشوق تو نہیں دیکھا مگر عاشقوں کو کئی سال گزر جانے کے بعد بھی بسمل کی مانند تڑپتے دیکھا اور یہ ایک دو یا چند یا دس (۱۰) بیس (۲۰) نہیں تھے ۔ اس زمانے میں یہ آسمان کے ستاروں کی طرح گنے نہیں جاتے تھے اور آسمان روحانیت پر انہوں نے کہکشاں کا سا سماں پیدا کر دیا تھا۔ اب ایک دیوانے کے اس واقعے کی بھلا کوئی عقل، دلیل یا توجیہ ہو سکتی ہے؟

کسی کوچے سے مامور زمانہ کا ایک یہ دیوانہ گزر رہا ہے ۔ ایک کم فہم بڑھیا اپنی آتش غضب اور تعصب سے مغلوب ہو کر چھت پر چڑھ جاتی ہے اور اس پر کوڑا کرکٹ پھینکتی ہے۔ بجائے وہاں سے تیزی سے آگے نکل جانے کے وہیں اس کے قدم رُک جاتے ہیں۔ وہ ’’مائی ہور پا، مائی ہور پا‘‘ کی صدائیں لگاتا ہے ۔ وہ بڑھیا بھی حیرت میں ڈوب تو گئی ہوگی کہ اسے میری بدتمیزی سے دُکھ تو نہیں سُکھ پہنچا ہے؟

پھر اسی دیوانے کو بدبختوں نے زمین پر گرا لیا اور اس کے منہ میں گوبر وغیرہ بھرنا شروع کر دیا ۔ وہ فرزانہ ہوتا تو جانے اس کا کیا حال ہوتا۔ چیختا، چلّاتا اور شاید ہاتھ جوڑتا کہ مجھے معاف کر دو۔ مگر دیوانگی کی حدیں تو وہاں سے شروع ہوتی ہیں جہاں عقل ہار کر رُک جاتی ہے ۔ جوں جوں گند اس کے منہ میں ڈالتے وہ برابر کہتا جا رہا ہے:

’’اوئے برہانیا! ایہہ نعمتاں پھیر کتھوں۔ اوئے برہانیا تیرے ایڈے نصیب؟‘‘

گویا دونوں جہانوں کی نعمتیں اسے عطا ہو رہی تھیں۔ ہاں ہاں یہ وہی نعمتیں تھیں جس کی بشارت اسے پیشوا نے دی تھی:

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی۔

یہاں پہنچ کر مجھے پھر یہ خطرہ محسوس ہوا کہ جس دیوانگی کا ذکر چھیڑا ہے اسے کہیں حُمق یا بیوقوفی سے گڈمڈ نہ کر دیا جائے۔

اوّل تو حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۔ اس کی وضاحت کے لئے یہی کافی ہے۔ اسی فرمان نبویؐ کی تشریح میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ایمان اور بے وقوفی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ دیوانگی کا منبع و مصدر عقل اور حکمت اور دانش ہے جو اللہ والوں کے لئے عطیہ خداوندی ہے ۔ جو ’ابوالحکم‘ کی محرومی کی وجہ سے اسے ’ابوجہل‘ بنا گئی ۔ مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دانش و فراست نے حضور انورؐ سے کسی قسم کی دلیل سننا بھی گوارا نہ کی اور فوراً آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا کہہ دیا اور وہ ’’صدیق‘‘ کے منصب پر سرفراز ہو گئے۔

یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا ۔ بات ہو رہی تھی دیوانگی اور اس کے نتائج کی ۔ ایک دیوانہ تھا جس کے بارہ میں حضرت صاحب نے فرمایا تھا ’’دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی‘‘۔ وہ لاہور میں حسب حکم حضرت علامہ نورالدین خلیفہ اول جماعتی فرائض کی سرانجام دہی کے لئے لاہور میں مقیم ہے۔ اس کا بیٹا بعمر تین سال نمونیہ میں مبتلا ہوا اور اس کی حالت تشویشناک ہو گئی۔ اس کی اہلیہ نے بچشم اشکبار بچے کی مایوس کن حالت کے پیش نظر اپنے خاوند سے کہا کہ ڈاکٹر محمد حسین صاحب یا ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو بلا کر فوراً دکھائیں۔ رات کا وقت ہے اور سخت سردی پڑ رہی ہے ۔ ادھر بچے کا سانس اکھڑ رہا ہے۔ وہ دیوانہ درگاہ الٰہی کیسے اتنی دور جائے اور پھر ڈاکٹر صاحبان کو ایسے وقت میں کیونکر تکلیف دے اور وہ کیسے مریض کے پاس پہنچیں۔ جب اہلیہ نے پھر اصرار کیا تو اس دیوانے کی زبانی ہی اگلی داستان سنئے:

’’مَیں نے کہا اس وقت ایک ڈاکٹر ہے جو بیدار ہیں اور زیادہ قریب بھی ہیں ان سے عرض کرتا ہوں۔ انہوں نے مہربانی کی تو ممکن ہے بچے کو آرام آ جائے ۔ میری بیوی نے پوچھا وہ کون ڈاکٹر ہیں ۔ مَیں نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کی خیر الراحمین اور واہب الشفا ہستی ہیں، جو سب سے زیادہ قریب، قادر مطلق اور ارحم الراحمین ہیں اور کُـــن کے حکم سے بچے کو بچا سکتے ہیں‘‘۔ اس کے بعد وضو کر کے جائے نماز پر کھڑا ہو گیا۔ دسمبر کا مہینہ اور سخت سردی پڑ رہی تھی۔ بچے کی حالت نزع کی تھی ...... میری روح جوش رقّت سے گداز ہو کر آستانہ الٰہی پر بار بار جھکنے لگی اور نہایت عجز و انکسار اور تضرع سے بارگاہ اقدس میں طالب شفا ہوئی۔ سلام پھیر کر نماز سے فارغ نہ ہوا تھا کہ بچے کی حالت سنبھل گئی ۔ وہ چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گیا...... پھر کھیلتا کھیلتا تھوڑی دیر میں سو گیا۔ جب صبح اٹھا تو بیماری کا نام و نشان نہ تھا‘‘۔

اس واقعہ سے اس نامور ’’دیوانے‘‘ کے قرب الٰہی اور توکل علی اللہ اور قبولیت دعا پر یقین کے جو راز کھلتے ہیں وہ بھلا کسی تبصرے کے محتاج ہیں۔ عقل کی مانتے تو ڈاکٹروں کے گھروں کو ڈھونڈتے ۔ ان کے پیچھے دوڑتے پھرتے ۔ نہ معلوم آدھی رات کے وقت کوئی ڈاکٹر ملتا نہ ملتا۔ اور چونکہ بچہ قریب المرگ تھا اس لئے دور کے ڈاکٹر کی تلاش بیسود تھی۔ وہی شفا بخش طبیب ازلی کام آیا اور صحت لوٹ آئی۔ مگر عام حالات میں وسائل سے کام لینے کا حکم ہے۔ اور تقدیر الٰہی کے ماتحت تدبیر کی راہ اختیار کرنا سنت نبویؐ ہے ، اور تدبیر ضروری ہے جو تقدیر الٰہی کی گویا ایک شاخ ہے۔ مگر ایسے آڑے وقت میں جب کسی مادی وسیلے کے اختیار کرنے کی گنجائش ہی نہ ہو ، صرف تقدیر کے دَر پر دستک دینے سے ہی ﴿فَيَكُوْن﴾ کا نظارہ وہ قادر کریم دکھا دیتا ہے۔ قرون اولیٰ میں بھی اور پھر گزشتہ ۱۲۰ سالوں میں تقدیر الٰہی کے روح پرور نظارے تاریخ احمدیت کے صفحات کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ یہ شخص عشق الٰہی میں مست اور اسی مے کے جام پر جام لنڈھایا کرتا تھا جس کے متعلق ہمارے اور اس کے آقا نے کہا تھا ’وہی مے ان کو ساقی نے پلا دی۔‘‘ وہی مَے‘‘ سے واضح اشارہ چودہ سو سالہ پرانی مَے سے ہے اور اُسی سے یہ بے خودی نصیب ہوتی ہے جو سارے دنیاوی علائق کو چھوڑ کر اسی ایک در کے بھکاری بن جاتے ہیں اور وہ کہتے ہیں۔

تیرے در کی گدائی سے بڑا ہے کون سا درجہ
مجھے تو بادشاہت بھی ملے تو مَیں نہ لوں ساقی

(حضرت مصلح موعودؓ)

یہ دیوانہ اپنی مثال آپ ہی تھا۔ وہ اپنا تعارف یوں کرواتا ہے۔

مَیں ہاں غلام ۔ رسولؐ دی ذات دا
راجیکے پنڈ میرا ضلع گجرات دا

اور ہم اسے بڑی بیقراری اور عاجزی سے اپنے آقا سے التماس کرتا ہوا دیکھتے ہیں جب وہ کہتا ہے۔

لڑ میں پھڑیا ہادی تیرا ہے آن دے
پیراں تے ڈگی اگوں جان نہ جان دے
تیرے نہ باجھوں میرا کوئی مان وے
ہے جھوک ہادی والی

اس مست الست درویش کو خوب دیکھا ۔ اس کے حالات پڑھے۔ وہ ہر دم بزبان حال کہتا تھا۔

جنوں کی کوئی منزل ہی نہیں ہے
یہاں ہر گام گامِ اوّلیں ہے

دیوانوں کی فہرست جو میرے علم میں اور میری یادداشت میں محفوظ ہے وہ بھی بہت طویل ہے۔ مَیں ان اللہ والوں کے دل کے نہاں خانوں میں جو تلاطم برپا رہتا تھا اس کو کیا جانوں۔ اس کی حقیقت تو ان کا علیم وخبیر مالک ہی جانتا ہے ۔ ہم تو جب کہیں جام چھلک پڑتا تو اس کے چھینٹے ہی دیکھ پائے ورنہ وہ اپنے دل کی حالت ظاہر ہی کب کرتے تھے۔

۱۹۰۳ء کا دور ہے ، ایک شخص جو دور افتادہ کوردیہہ کا رہنے والا ہے۔ معمولی پڑھا لکھا، اس کے دادا نے جو حدیث شریف کے عالم تھے ۱۸۹۷ء میں کسوف وخسوف کے علامات ظاہر ہونے پر حضرت رسول عربیؐ کی پیشگوئی کا ذکر کیا تھا جو اس نوعمر لڑکے نے سنا ہوا تھا۔ ۱۹۰۳ء میں اسے کسی طرح اطلاع ملی۔ اپنے والد سے سفر کی اجازت مانگی اور کچھ زادراہ بھی۔ مگر والد نے جو بڑے سخت گیر اور بارعب زمیندار ہونے کے علاوہ عالم دین اور حافظ قرآن تھے ایک سجادہ نشین کا نام لے کر ان کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔ یہ چپ رہے ۔ پیدل چلتے چلتے ایک ریلوے سٹیشن جس کا نام ’’مومن‘‘ ہے۔ وہاں سے ریل میں سوار ہو کر لاہور اور امرتسر اور بٹالہ پہنچ کر پاپیادہ اپنے شہر تمنا جا پہنچے۔ ایمان کے اس متلاشی کے سفر کا آغاز بھی ریلوے سٹیشن ’’مومن‘‘ سے ہوا یہ بھی روح پرور اتفاق ہے۔

نورِ بصیرت نے رہنمائی کی ۔ ہاتھ میں ہاتھ کیا دیا کہ اپنا کچھ بھی باقی نہ رہا ۔ بتاتے تھے کہ عقل نے گمراہ کرنے کی دلیلیں دیں۔ والد صاحب نمبردار تھے، بڑی وسیع جائیداد کے مالک تھے۔ ان کی حکم عدولی کر رہا ہوں، گھر سے نکال دیں گے، جائیداد سے عاق کر دیں گے ، بڑے سخت گیر ہیں ، ہنر مجھے کوئی نہیں آتا کیا کروں گا۔ مگر دیوانگی غالب آئی، عقل کی نہ مانی اور وہی کیا جو کسی نے کہا ہے:

عقل کی سنیئے دل کا کہا کیجئے

کسی شے کی پروا نہیں ، واپس پہنچے، کچھ چھپایا نہیں ۔ اعلان عام اور اس پر والد صاحب کی سخت برہمی۔ گاؤں میں پہلا نوجوان جس نے یہ ’جسارت‘ کی تھی ۔ بائیکاٹ کر دیا اپنوں نے بھی اور غیروں نے بھی۔ مگر ایسے شخص کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا کہ جس کی روحانیت کی رو بجلی کی کرنٹ کی طرح جسم و جان میں سرایت کر چکی تھی۔ جس نے ہر قسم کے درد والم سے بے پرواہ کر دیا تھا، وارفتگی کا اور ہی عالم تھا۔ ایسی ایک متاع بے بہا ہاتھ لگ چکی تھی جس کے مقابل پر دنیا کی جائیدادوں اور آسائشوں سے محرومی کا خوف دل کے قریب بھی نہیں پھٹک سکا۔ ایسے ہی دیوانوں کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا۔

تعریف کے قابل ہیں یارب تیرے دیوانے
ہزاروں سال سے مدفون خزانے پر جس کے

ہاتھ پہنچ گئے اسے اس دنیا کی جائیدادوں سے محرومی کا بھلا کیا غم ہوتا۔

۱۹۲۶ء میں مجھے اس دیوانے سے یہ نعمت ورثے میں ملی ۔ ایسا شخص جو ان حالات میں سختیاں جھیل کر ۱۹۰۳ء میں اس ساقی کے ہاتھوں جام مے پی کر مست ہو گیا تھا اسے مَیں جذبۂ ممنونیت سے مغلوب ہو کر ’’سلطان‘‘ کہتا ہوں ۔ یہ مجھے احساس ہے کہ ’’پدرم سلطان بود‘‘ طعن وطنز کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر قارئین کرام انصاف کریں۔ باوجود اَن پڑھ ہونے کے اور باوجود اپنوں اور پرایوں کے ہاتھوں نشانہ ستم بننے کے اللہ کی دی ہوئی توفیق اور رہنمائی سے چٹان بن کر ڈٹا رہا اور اس کا ایمان وایقان کبھی متزلزل نہ ہوا۔ اس عالی ظرف دیوانے کو مَیں ’’سلطان‘‘ کیوں نہ کہوں۔ ہاں اس کا جانشین ہونا تب ہی میرے کام آئے گا جب پوری استطاعت اور عزم

باقی صفحہ نمبر ۱۱ پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

تحفہ خدا کی طرف سے ایک رزق ہے پس جسے تحفہ دیا جائے وہ اس سے بہتر تحفہ دے۔
آنحضرت ﷺ قرض کی واپسی ہمیشہ بڑھا کر کیا کرتے تھے۔

مریم شادی فنڈ میں مخلصین کی حیرت انگیز قربانی کا تذکرہ

(آیات قرآنی، احادیثِ نبویہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت شکور کے تعلق میں مختلف پہلوؤں کا بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز -فرمودہ ۷ / مارچ ۲۰۰۳ء مطابق ۷ / امان ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–
أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –
الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –
اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾ (سورۃ ابراہیم:۸) اور جب تمہارے رب نے یہ اعلان کیا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اے ابنِ آدم! جب تو مجھے یاد کرتا ہے تو تو میری شکرگزاری کرتا ہے اور جب تو مجھے بھلا دیتا ہے تو تو میری ناشکری کرتا ہے۔(کنزالعمال جلد ۲ صفه ۵۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابنِ آدم! میں نے تجھے گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار کیا اور عورتوں سے تیری شادی کروائی اور ہر چیز پر تجھے نگران بنایا۔ ان سب نعمتوں کے باوجود تو شکرگزار کیوں نہ بنا؟

(مسند احمد بن حنبل ، باقی مسند المکثرین)

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابوبکر نے مجھ سے بیان کیا کہ (فتح مکہ کے دن) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ''ذی طول'' مقام کے پاس پہنچے تو آپ نے اپنی سواری کو روک لیا اور آپ نے سرخ رنگ کی دھاری دار چادر کے پہلو سے اپنا چہرہ مبارک قدرے ڈھانکا ہوا تھا اور فتح کے ذریعے اللہ نے جو آپ کو عزّت عطا فرمائی تھی اس کی وجہ سے آپ نے اپنا سر اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے اس قدر جھکایا ہوا تھا کہ قریب تھا کہ آپ کی داڑھی مبارک پالان کے اگلے حصہ سے جا چھوئے۔(سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۵۴۶)

بخاری میں روایت ہے کہ معاویہ بن قُرّہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن معقل کو یہ کہتے سنا ہے کہ فتح مکہ کے روز میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سوار دیکھا آپ زیرِلب سورۃ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔(بخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی ﷺ الراية يوم الفتح)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا تھا، تو نے میری عیادت نہیں کی تھی۔ وہ کہے گا تو ربّ العالمین ہے میں تیری عیادت کس طرح کرتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں ہوا تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے اور تو نے اس کی عیادت نہیں کی۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا مگر تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! تو تو ربّ العالمین ہے، میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ خدا تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یہ علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اُسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تُو اسے کھانا کھلاتا تو گویا تُو نے مجھے یہ کھانا کھلایا ہوتا۔ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ وہ کہے گا: اے میرے ربّ! تو رب العالمین ہے، میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ اے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ تُو نے اسے پانی نہیں پلایا تھا۔ کیا تجھے یہ سمجھ نہ آئی کہ اگر تُو اُسے پانی پلاتا تو گویا تُو نے یہ پانی مجھے پلایا ہوتا۔(مسلم کتاب البر والصلة)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ۔ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ (سورۃ البقرہ:۲۶۸)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جو کچھ تم کماتے ہو اس میں سے اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین میں سے نکالا ہے پاکیزہ چیزیں خرچ کرو۔ اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے وقت اس میں سے ایسی ناپاک چیز کا قصد نہ کیا کرو کہ تم اُسے ہرگز قبول کرنے والے نہ ہو سوائے اس کے کہ تم (سُبکی کے خیال سے) اس سے صرفِ نظر کرو۔ اور جان لو کہ اللہ بے نیاز (اور) بہت قابلِ تعریف ہے۔

اسی ضمن میں ایک اور آیت ہے ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ (سورۃ آل عمران:۹۳) یعنی اس وقت تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک وہ خرچ نہ کرو جس سے تمہیں محبت ہو۔

پس غریب آدمی کو کھانے سے محبت ہو جاتی ہے وہ اس وقت خرچ کرتا ہے جب تنگی ہو، ترشی ہو اور امیر آدمی کو تو فرق کوئی نہیں پڑتا۔ تو سچی محبت اللہ تعالیٰ کی خاطر انسان اس وقت ادا کرتا ہے جب وہ کھانا کھائے تو بھوک کی شدت سے برا حال ہوا ہو اور اس کے باوجود وہ کھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اس ضمن میں میں ایک حکایت بھی آپ کے پاس بیان کرتا ہوں۔

روایت میں آتا ہے کہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جنت کی نعماء دکھائے گا اور فرمائے گا کہ یہ وہ میری جنت ہے جو میں نے تمہارے لئے تیار کی ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں کو وہ جنت میں دیکھے گا اور جب سب کچھ دیکھ چکے گا تو اللہ تعالیٰ ایک جگہ لے جائے گا جہاں بوسیدہ کپڑے، گلے سڑے کھانے اور بہت ہی بے ہودہ قسم کی چیزیں موجود ہوں گی تو اللہ تعالیٰ بندے سے پوچھے گا کہ دیکھ لیا تو نے یہ کیا ہے؟ اس نے کہا اے خدا تیری جنت میں یہ گند کہاں سے آ گیا۔ اس نے کہا یہ وہ ہے جو تو نے مجھے دیا تھا۔ جو جنت میں اچھی چیزیں تو نے دیکھی ہیں وہ میں نے تجھے دی ہیں اور یہ بندے مجھے دیتے رہتے ہیں۔ پھٹے پرانے بوسیدہ کپڑے وہ غریبوں کو دے دیتے ہیں اور اپنی آنکھیں شرم کے مارے نیچی ہو جائیں اگر وہ ان کو دی جائیں۔

امام رازی آیت ﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ......﴾ (ابراہیم) کے تحت لکھتے ہیں: اس آیت کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجا لاتا ہے وہ اس کو نعمتوں میں بڑھاتا ہے اور یہاں شکر کی حقیقت اور اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی مزید نعمتوں کی بحث کو سمجھنا ضروری ہے۔ جہاں تک شکر کا تعلق ہے تو اس سے مراد انعام کرنے والے کے احسان کا اعتراف کرنا اور اس کی تعظیم کرنا اور نفس کو ہمیشہ اس طریق پر مائل رکھنا ہے۔

جہاں تک نعمتوں میں اضافے کا تعلق ہے تو اس کی مختلف اقسام ہیں روحانی نعمتیں بھی ہیں اور جسمانی نعمتیں بھی ہیں۔روحانی نعمتیں یہ ہیں کہ شکر گزار ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مختلف اقسام کی نعمتوں اور فضلوں اور عنایات پر غور کرتا رہتا ہے اور جس شخص کے انسان پر احسان ہوں لامحالہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔پس نفس کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں پر غور وفکر میں رکھنا بندے کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں پختگی عطا فرماتا ہے......اور اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سعادتوں کا منبع اور ہر بھلائی کا عنوان اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اس کی معرفت ہے۔پس ثابت ہوا کہ شکر میں مشغول رہنا مزید روحانی نعمتوں کا باعث بنتا ہے۔(ماخوذ از تفسیر کبیر الامام رازی۔ زیر آیت ھذا)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

''مسلمانوں سے حمد اُٹھ گیا'' ہے۔ہم حمد کو مؤنث پڑھتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے اسی طرح لکھا ہے 'حمد اُٹھ گیا ہے' مراد ہوگی حمد کرنے والے اُٹھ گئے ہیں۔''وہ کبھی اپنی حالت پر راضی نہیں ہوتے اور نہ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔جب سے حمد وشکر اٹھا، خدا تعالیٰ کا انعام بھی اٹھ گیا۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ۸:) کو نہیں سمجھے۔تم اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کیا کرو۔ہماری کتاب بھی الحمدللہ سے شروع ہوتی ہے۔ہمارے خطبے بھی الحمد سے شروع ہوتے ہیں......اسی سے مدد طلب کرو اور اللہ کو ہر حال میں یاد رکھو''۔(خطبات نور۔ صفحہ ۵۷۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ مزید فرماتے ہیں:۔

''ایک شخص کو گدا (گری) کی عادت تھی۔دن بھر لقمہ کے لئے پھرتا رہتا۔آخر اس نے کعبہ کا دامن پکڑ کر توبہ کی اور دیا سلائیاں بیچنی شروع کیں اور چار پیسے سے تجارت شروع کی۔جس کے چھ پیسے بن گئے۔آخر یہاں تک نفع حاصل ہوا کہ وہ ایک کوٹھی کا مالک بن گیا۔اصل یہ ہے کہ صداقت و راستبازی پر چلے اور جو نفع مل جائے لے لے۔یہ شکر گزاری کا نتیجہ تھا۔ایک عورت نے مجھے طبابت میں ایک دھیلا دیا جسے میں نے شکریہ سے لیا اور ہزاروں کمائے''۔(ضمیمہ اخبار بد قادیان۔ بتاریخ ۱۳/جنوری ۱۹۱۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔ایک شخص کو میں نے تجارت کی ترغیب دلاتے ہوئے تین ہزار روپے دیئے وہ ایسا ناشکرا تھا کہ اس نے کہا ان تین ہزار سے میں نے کیا کرنا ہے اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا کہ یہ بھی ضائع ہو جائے گا اور کوئی نفع نہیں ہوگا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔(ماخوذ از مرقاۃ الیقین۔صفحہ ۱۹۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شکر کرنے پر ازدیاد نعمت ہوتا ہے۔لیکن جو شکر نہیں کرتا اس کا سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے اور اس آیت کا آخر پڑھیں اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْد میرا شکر ادا کرو گے تو بہت عطا ہوگا لیکن میرا شکر نہیں کرو گے میرا عذاب بہت بڑا ہے۔

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد ۲ صفحہ ۴۳۶)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم میری نعمت کا شکر کرو گے تو میں اسے بڑھاؤں گا اور پھر فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْد اور اگر انکار اور کفر کرو گے تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔اب بتاؤ کہ ان آیات الٰہی کی تکذیب اور ان کو چھوڑ کر جدید کی طلب اور اقتراح یہ عذاب الٰہی کو مانگنا ہے یا کیا؟''(الحکم جلد ۸ نمبر ۱۸ بتاریخ ۳۱/مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں:۔

''اگر تم میرا شکر ادا کرو تو میں اپنے احسانات کو اور بھی زیادہ کرتا ہوں اور اگر تم کفر کرو تو پھر میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔یعنی انسان پر جب خدا تعالیٰ کے احسانات ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور انسانوں کی بہتری کا خیال رکھے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور اُلٹا ظلم شروع کردے تو پھر خدا تعالیٰ اس سے وہ نعمتیں چھین لیتا ہے اور عذاب کرتا ہے''۔(بدر۔ جلد ۷ نمبر ۱۶ بتاریخ ۲۳/اپریل ۱۹۰۸ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

''اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اپنی دی ہوئی نعمت کو زیادہ کروں گا اور بصورت کفر عذاب میرا سخت ہے۔یاد رکھو کہ جب امت کو امت مرحومہ قرار دیا ہے اور علوم لَدُنِّیَہ سے اُسے سرفرازی بخشی ہے''یعنی علوم لَدُنِّیَہ جو فطرت کے اندر اس کے علم داخل ہیں۔''تو عملی طور پر شکر واجب ہے''۔(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۴۸۔طبع اوّل)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام بھی ہوا:''وَاِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ''(اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں زیادہ دوں گا۔)(تذکرہ۔ مطبوعہ ۱۹۶۹ء صفحہ ۷۱۷)

اور اب دیکھ لیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شکر کیا کرتے تھے تو چند دھیلوں کی خاطر یا چند پیسوں اور روپوں کی خاطر اپنی کتب میں آپ نے ان لوگوں کے نام بھی لکھ لئے ہیں اور یہ انہیں کا فیض ہے جو ہم آج پا رہے ہیں۔اب تو خدا تعالیٰ نے کروڑوں عطا کر دیا ہے۔فی الحقیقت میرے پاس ایسے لوگ بھی آئے ہیں جنہوں نے کروڑوں روپیہ مجھے دیا اور رسید تک نہیں مانگی اور کہا کہ اپنی مرضی سے جس نیکی کی راہ میں چاہیں خرچ کریں۔تو میں ہمیشہ دل میں یہی سوچتا ہوں کہ یہ دراصل ان چند آنوں ہی کی برکت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ میں آپ کے صحابہ نے خرچ کئے تھے اور جن کا ذکر آپ نے ہمیشہ کے لئے کتابوں میں محفوظ کر دیا۔

حضرت موسیٰ بن علی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ تحفہ خدا کی طرف سے ایک قسم کا رزق ہے۔پس جسے تحفہ دیا جائے وہ اس سے بہتر تحفہ دے۔(مکارم اخلاق جلد ۱ صفحہ ۱۰۹)

اب بہتر تحفے کا رواج جو ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ سب سے بہتر تحفہ تو دعا ہے۔جزاکم اللہ احسن الجزاء ورنہ حقیقت میں تحفے سے بہتر تحفہ دیا جا نہیں سکتا۔عموماً ہمارا رواج ہے کہ کوئی تحفہ بھیجے، میں نے گھر میں بھی یہی دیکھا ہے تو اس کے نتیجے میں کچھ بڑھا کر دے دیا کرتے ہیں مگر وہ کچھ بھی نہیں۔حقیقی تحفہ تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے عطا ہو اور جو انسان زیادہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا اس کو زیادہ عطا فرمائے گا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کو کوئی تحفہ دیا جائے تو اُسے چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ دے۔اگر وہ بدلہ دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ تعریف کے رنگ میں اس کا ذکر کرے۔اگر اس نے ایسا کیا تو گویا اس نے شکر کا حق ادا کر دیا۔اگر اس نے بات کو چھپایا، تعریف کا ایک کلمہ تک نہ کہا تو گویا وہ ناشکری کا مرتکب ہوا۔(ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی شکر المعروف)

اس میں اگرچہ روایت یہی ہے کہ وہ چھپائے تو ناشکری کا موجب بنتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم نے دینے والوں کو بھی نصیحت فرمائی ہے اور مانگنے والوں کو بھی نصیحت فرمائی ہے۔دینے والا جب کچھ دیتا ہے اور جس کو دیا جاتا ہے وہ شکریہ ادا کرتا ہے تو وہ آگے سے کہتا ہے، ہم نے یہ صرف خدا تعالیٰ کی خاطر کیا تھا۔لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔ہم تو تجھ سے جزا بھی نہیں مانگتے اور شکریے کا اظہار تک نہیں مانگتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا رواج یہی تھا کہ جب ہدیہ کوئی عطا کیا جاتا تھا تو آپ ہمیشہ اس کو بڑھا چڑھا کر دیا کرتے تھے۔

(ماخوذ از سنن ابی داؤد کتاب البیوع باب فی قبول الھدایا)

بعض لوگوں نے کل مجھ سے یہ سوال بھی کیا ہے کہ دیکھو آجکل کے زمانے میں اقتصادی حالتیں ایسی ہو چکی ہیں کہ جب ایک قرض واپس کیا جائے اس وقت تک روپے کی قیمت بہت کم ہو چکی ہوتی ہے اور قرض دینے والے کو نقصان ہو جاتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کا علاج اس زمانے میں فرما دیا تھا۔آپ قرض کے جواب میں ہمیشہ بڑھا کر دیا کرتے تھے۔تو روپے کی قیمت اگر گرتی ہے تو بڑھتے ہوئے مال سے وہ پوری ہو جاتی ہے۔

حضرت محمد بن حصین بن سواء اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے تحفہ لائیں۔آپ کی ازواج مطہرات نے اسے قبول نہ کیا......جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تو انہوں نے اسے رکھ لیا۔اور رسول اللہ ﷺ نے (اس کے بدلہ میں) انہیں ایک وادی عطا فرمائی۔(المعجم الاوسط جلد ۸ صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ تبوک کے سفر میں شامل تھا ایلہ کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک خچر بطور تحفہ دیا تو (بدلہ میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس کو چادر پہنائی اور انہیں ان کا سمندر کا علاقہ بھی عنایت فرما دیا۔

(بخاری۔ کتاب الجزیۃ و الموادعۃ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

اکیدر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں شہد کا چھتہ پیش کیا۔اتنا تھا کہ ایک مٹکا اس سے بھر گیا۔جب نماز سے فارغ ہوئے تو کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے آپ نے ان

میں سے ہر ایک کو شہد کا ایک ٹکڑا عطا کیا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک ٹکڑا اعنایت فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دوبارہ ان کے پاس گئے اور دوسرا ٹکڑا دے کر فرمایا تم نے بھی مجھے ایک مرتبہ شہد کا تحفہ دیا تھا۔ نیز فرمایا یہ (تمہاری بہنوں) عبد اللہ کی بیٹیوں کے لئے ہے۔(مسند احمد مسند باقی مسند المکثرین)

کعب بن زہیر بن ابی سلمٰی المزنی جب اسلام لائے تو ماضی میں ان سے جو غلطیاں سرزد ہوئی تھیں انہوں نے ان پر معذرت کی اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ کی مذمت میں بعض شعر کہے ہیں۔اسلام لانے کے بعد انہوں نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنا مشہور قصیدہ پڑھا جسے قصیدہ بُردہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس قصیدہ کے پڑھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنی چادر تجھے عطا کرتا ہوں۔(سیرت ابن ہشام۔صفحہ ۵۹۲تا ۵۹۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو صدقہ کے طور پر دیا گیا تھا۔اب یہ بھی بڑی حکمت کی بات ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ گوشت بریرہ کو تو صدقہ کے طور پر دیا گیا ہے مگر ہمارے لئے بریرہ نے یہ تحفہ دیا ہے۔اس لئے اگر اپنا صدقے کا مال انسان کسی امیر کو تحفہ دے دے تو وہ تحفہ شکریے کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔(بخاری۔ کتاب الزکوۃ باب اذا تحولت الصدقة)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ زاہر نامی ایک بدوی شخص نبی ﷺ کو صحرائی علاقوں کے تحفے لایا کرتا تھا۔جب وہ واپس جانے کا ارادہ کرتا تو آنحضورؐ بھی ہمیشہ اس کو تحائف دیا کرتے۔ایک موقع پر فرمایا زاہر ہمارا بدوی دوست ہے ہم اس کے شہری دوست ہیں۔نبی ﷺ اس سے محبت کیا کرتے تھے حالانکہ وہ ایک بھدّا سا شخص تھا۔ایک روز یوں ہوا کہ وہ بازار میں اپنا سامان فروخت کر رہا تھا تو نبی اکرم ﷺ اس کے پیچھے سے آئے اور چپکے سے اس کی آنکھیں موند لیں۔اس نے رسول اللہ ﷺ کو پہچان تو لیا مگر جان کر آپ سے اپنا بدن رگڑنے لگا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ اپنے بدن کو جب خوب رگڑا تو آخر آنحضور ﷺ نے اعلان کیا کہ ایک غلام بیچتا ہوں، ہے کوئی لینے والا؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! میں بدصورت اور بے مایہ انسان ہوں مجھے کون خریدے گا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا خدا کے نزدیک تیری بہت قیمت ہے۔

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل۔ باقی مسند المکثرین من الصحابہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جب **السلام علیکم** کہتے تھے تو ساتھ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ تو کہا کرتے تھے اور بَرَکَاتُہٗ نہیں کہتے تھے۔اس میں حکمت یہ تھی کہ جواب دینے والا و بَرَکَاتُہٗ کہہ کر اس میں اضافہ کرلیا کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام بھی اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تحائف قبول فرمایا کرتے۔خود بھی اپنے خادموں کو تحفے دیتے اور ان کے معمولی سے معمولی تحفوں کو خاص قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور شکرگزاری سے قبول فرماتے۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جب کوئی شخص تحفہ لاتا تو آپ بہت شکرگزار ہوتے تھے۔اور گھر میں بھی اس کے اخلاص کے متعلق ذکر فرمایا کرتے کہ فلاں شخص نے یہ چیز بھیجی ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ المہدی۔ جلد سوم صفحہ ۱۴۰)

مولوی غلام حسین صاحب ڈنگویؓ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ایک دفعہ جھاڑی بوٹی کے بیر (جن کو کوکن بیر کہا جاتا ہے) خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے۔جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پاؤں دبا رہے تھے اور بائیں طرف خاکسار تھا۔خاکسار کا ہاتھ اتفاقاً حضور علیہ السلام کی جیب سے چھو گیا تو فرمایا یہ وہی بیر ہیں جو آپ میرے لئے لائے تھے۔میں ان کو بہت پسند کرتا ہوں۔جب حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے تو شیخ صاحب نے فرمایا بھئی تم بڑے خوش نصیب ہو کہیں سے مانگ کر ایک دھیلے کے بیر لائے ہو اور حضرت اقدس سے پروانہ خوشنودی حاصل کرلیا۔میں تو سات روپیہ کے انگور لایا تھا اس کا ذکر بھی نہیں ہوا۔میں نے عرض کی کہ آپ کو مطبوعہ سرٹیفکیٹ ازالہ اوہام اور انجام آتھم میں مل چکا ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ المہدی جلد سوم۔ صفحہ ۱۰۸)

حضرت سید محمد علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:۔

''ایک مرتبہ میرے ایک شاگرد نے مجھے شیشم کی ایک چھڑی بطور تحفہ دی۔میں نے خیال کیا کہ میں اس چھڑی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کروں گا۔ چنانچہ خاکسار نے قادیان پہنچ کر بوقت صبح جبکہ حضور سیر سے واپس تشریف لائے وہ چھڑی پیش کردی۔حضور کے دستِ مبارک کی چھڑی میری پیش کردہ چھڑی سے بدرجہا خوبصورت ونفیس تھی۔لہٰذا مجھ کو اپنی کوتاہ خیالی سے یہ خیال گزرا کہ شاید میری چھڑی قبولیت کا شرف حاصل نہ کرسکے۔مگر حضور نے کمال شفقت سے اسے قبول فرما کر دعا کی۔بعد ازاں تین چار روز تک حضور میری چھڑی کو لے کر باہر سیر کو تشریف لے جاتے تھے''۔(سیرۃ المہدی جلدسوم صفحہ ۴۲)

حضرت میاں میراں بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک لمبی روایت کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے ہاتھ سے ایک پوشاک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں تحفۃً پیش کریں حضورؑ اسے پہنیں اور ان کا دل یہ دیکھ کر خوش ہو۔جب وہ اسے لے کر حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک تخت پوش پر بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔جمعہ کا دن تھا۔انہوں نے اپنی خواہش بعض صحابہ کے ذریعے حضورؑ تک پہنچائی اسی وقت حضور علیہ السلام نے اسے اٹھا کر پہننا شروع کردیا مگر کوٹ بہت تنگ تھا۔انہوں نے عرض کیا کہ حضورؑ اسے اتار دیں میں اس کو کچھ کھلا کروا دیتا ہوں۔حضورؑ نے کوٹ اتار کر انہیں دے دیا۔ایک درزی کی دکان پر بیٹھ کر فوراً انہوں نے اسے کچھ کھلا کردیا۔

حضرت میراں بخش صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضورؑ نے وہ کوٹ پہن لیا مگر اب بھی تنگ ہونے کی وجہ سے اس کے بٹن پوری طرح مل نہیں سکتے تھے مگر حضورؑ نے کھینچ تان کر بٹن لگا ہی لئے اور کچھ بھی خیال نہ کیا کہ یہ کوٹ پہننے کے لائق نہیں ہے۔

(رجسڑ روایات صحابہ نمبر ۳ صفحہ نمبر ۱۲ تا ۱۴)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بیگوال کا ایک ساہوکار اپنے کسی عزیز کے علاج کے لئے آیا حضورؑ کو اطلاع ہوئی اور آپ نے فوراً اعلیٰ پیمانہ پر قیام و طعام کا انتظام فرمایا اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو علاج کی تاکید فرمائی۔اس سلسلہ میں حضور نے یہ ذکر بھی فرمایا کہ سکھوں کے زمانہ میں ہمارے بزرگوں کو ایک مرتبہ بیگوال جانے کا اتفاق ہوا تھا اس گاؤں کے ہم پر حقوق ہیں۔هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ تو کیا احسان کا بدلہ سوائے احسان کے اُور ہوسکتا ہے۔

حضرت خیرالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:۔

جب احمدیہ سکول بن رہا تھا تو میں بھی اس میں کام کرتا تھا اور میرے ساتھ کرم دین نامی ایک مستری بھی کام کرتا تھا جو کہ بھیرہ کا رہنے والا تھا۔مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو ایک میز بنانے کا حکم دیا۔جب میز تیار ہوگئی تو میں میز کو اٹھا کر آپ کے پاس لے گیا وہ مستری بھی میرے ساتھ تھا۔حضور علیہ السلام نے مزدوری دے کر میز رکھ لی اس کے بعد مستری کرم دین نے کہا کہ حضور میں نے بھیرہ جانا ہے آپ مجھے کوئی تحفہ دیں تو آپ نے اس کو ایک کوٹ دیا جو ڈبیوں والا تھا۔

(روایات خیر الدین صاحب ولد محمد بخش صاحب سکنہ قادر آباد نواں پنڈ۔ رجسٹر روایات نمبر ۷ صفحہ ۲۳)

چوہدری احمد الدین صاحب کی روایت ہے:۔

حضرت حاجی غلام احمد صاحب موضع ہرسیاں ضلع جالندھر سے ایک اعلیٰ قسم کی جوتی نری کے چمڑے کی تیار کروا کے قادیان لائے اور حضورؑ کی خدمت میں پیش کرکے عرض کیا کہ حضور اپنا کوئی مستعمل کپڑا عنایت فرمائیں۔اس وقت حضور ایک ہلکے سرخ رنگ کی ڈبی دار دھوتی زیب تن کئے ہوئے تھے۔آپ اندرون خانہ تشریف لے گئے۔اور شلوار پہن کر یہ دھوتی لا دی۔یہ دھوتی ہمارے خاندان میں محفوظ ہے گو وہ تمام خطوط جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے حاجی صاحب کو موصول ہوتے رہے ۱۹۴۷ء کے فسادات کی نذر ہوگئے۔(اصحاب احمد جلد ۱۰ صفحہ ۲۳۶)

حضرت پیر سراج الحق صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

میں دارالامان سے بٹالہ کسی کام کو گیا اور حضرت اقدس علیہ السلام سے اجازت طلب کی۔اور آپ نے بیس روپے دیئے کہ بیس روپے کا سودا لیتے آنا۔میں نے تمام سودا خریدا شاید دو روپے بچ گئے۔جب قادیان آیا اور آپ کو وہ سودا دے کر جو آپ نے منگایا تھا دو روپیہ بھی دیئے۔فرمایا یہ کیسے ہیں؟ میں نے کہا یہ تو بچ گئے تھے۔آپ نے فرمایا حساب نہ دو ''حساب دوستاں در دل'' دوستوں کا حساب تو دل میں ہی ہوا کرتا ہے اور نہ ہی یہ ہمارا کام ہے۔(تذکرہ المہدی۔حصہ دوم صفحہ ۳۰۲ تا ۳۰۳) اب لوگ اس سے غلط نتیجہ نہ نکالیں۔حساب دیں تو پورا دینا چاہئے۔ یہ حضرت

مسیح موعودؑ کا خاص احسان اور شفقت کا تعلق تھا جو آپ نے فرمادیا کہ حساب نہ دو۔ ہم تو پیسے پیسے کا حساب دیتے ہیں جب کسی سے چیز منگوائیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو قرض دیا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ قرض مجھے دیا تو اس سے زیادہ رقم ادا کی جتنی میں نے دی تھی۔ (مسند احمد بن حنبل)

اسماعیل بن ابراہیم بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اپنے والد اور اپنے دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے چالیس ہزار درہم بطور قرض لئے۔ پھر آنحضور ﷺ کے پاس مال لایا گیا تو آپ نے مجھے میری رقم لوٹا دی اور دعا دیتے ہوئے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ تیرے اہل اور تیرے مال میں برکت دے“

نیز فرمایا قرض دینے کا بدلہ شکریہ کے ساتھ ادائیگی ہے۔ (سنن النسائی۔ کتاب البیوع باب الاسقراض)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کیا اور گستاخی سے پیش آیا۔ آپؐ کے صحابہؓ کو اُس پر بڑا غصہ آیا اور اُسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا: جانے دو، اسے کچھ نہ کہو کیونکہ جس نے کچھ لینا ہو اُسے کچھ نہ کچھ کہنے کا بھی حق ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اسے اسی عمر کا جانور دے دو جس عمر کا جانور اس نے وصول کرنا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس عمر کا تو نہیں اس سے بڑا ہمارے پاس ہے۔ آپ نے فرمایا وہ بڑا ہی دے دو۔ قرض زیادہ ادا کیا کرو اور عمدہ اور اچھی صورت میں ادا کیا کرو۔ (مسلم کتاب البیوع)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آنحضورؐ نے مجھ سے ایک اونٹ خریدا اور مجھے مدینہ پہنچنے تک اس پر سوار ہونے کی اجازت دے دی۔ میں جب مدینہ پہنچ کر اس اونٹ سے اترا تو آنحضور ﷺ نے باوجود اس کے کہ اس کی قیمت وصول کر لی تھی فرمایا یہ اونٹ بھی اب تمہارا ہے، تم اس کو لے جاؤ۔ پھر کہتے ہیں کہ میں ایک یہودی کے پاس سے گزرا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اس احسان کا ذکر کیا۔ اس پر اس نے تعجب کیا۔ اس نے کہا اونٹ خریدا تھا اور اونٹ کی قیمت بھی دے دی تھی اور پھر اونٹ بھی ھبہ کر دیا۔ راوی کہتے ہیں: ہاں، آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایسا ہی کیا۔

(مسند احمد بن حنبل)

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک سفر کے دوران ابو رجاءؓ اور حضرت علیؓ کو پانی کی تلاش کے لئے بھیجا۔ راستے میں انہیں ایک عورت مل گئی جو اونٹ پر پانی سے بھری ہوئی دو مشکیں لے جارہی تھی انہوں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ پانی کہاں سے لارہی ہو تو اس نے بتایا کہ کل اسی وقت میں وہاں سے چلی تھی۔ اس پر دونوں صحابہ نے آنحضور ﷺ کے پاس چلنے کو کہا۔ وہاں پہنچ کر صحابہ نے سارا واقعہ سنایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اسے اونٹ سے اتار دو۔ حضور نے ایک برتن منگوایا اور دونوں مشکوں کے منہ کھول دیئے اور صحابہ میں اعلان کر دیا کہ پانی پیو اور پلاؤ۔ ہاں یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ وہ عورت دیکھتی رہی۔ یہاں تک کہ سب صحابہ نے اپنے اپنے مشکیزے بھر لئے اور اس کے باوجود وہ پانی ختم نہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کچھ کھجوریں، آٹا، ستّو جمع کر کے اس کے کپڑے میں باندھ دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا دیکھو تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں آئی ہمیں تو اللہ نے پانی پلایا ہے۔ اس عورت نے جا کر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو سارا واقعہ سنایا۔ اس کے بعد جب مشرکین پر حملہ کرتے ہوئے صحابہ ادھر سے گزرتے تو اس عورت کی قوم سے کنارہ کرتے ہوئے گزر جاتے اور ان کو کچھ نہ کہتے۔ اس پر ایک دن اس عورت نے کہا کہ یہ لوگ دانستہ تم کو چھوڑ جاتے ہیں کیوں تم اسلام قبول نہیں کرتے تو اس کی بات انہوں نے مان لی اور سارے مسلمان ہو گئے۔ (بخاری کتاب التیمم باب الصعید الطیب وضوء المسلم)

M. S. DOUBLE GLAZING

Supplier & Installers

UPVC

Windows, Doors, Porches, Patio Doors

For Friendly Quote Please Contact **Tel: 020 8664 8040**

Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685

Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee

احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

حضرت ام المومنین (حضرت امّاں جان) رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کسی سے قرضہ لیتے تو واپس کرتے ہوئے ہمیشہ کچھ زیادہ دیا کرتے۔ (سیرۃ المہدی جلداول صفحہ ۳۷)

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے بعض خدام کے ساتھ اسی طرح احسان کا سلوک تھا کہ ان کو قرض بھی دیتے تو واپس وصول نہیں کیا کرتا تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”محسن کے احسانات کی شکر گزاری کے اصول سے ناواقف جاہل ہمارے اس قسم کے بیانات اور تحریروں کو خوشامد کہتے ہیں۔ مگر ہمارا خدا بہتر جانتا ہے کہ ہم دنیا میں کسی انسان کی خوشامد کر سکتے ہی نہیں۔ یہ قوّت ہی ہم میں نہیں ہے۔ ہاں احسان کی قدر کرنا ہماری سرشت میں ہے اور محسن کشی اور غدّاری کا ناپاک مادہ اس نے اپنے فضل سے ہم میں نہیں رکھا“۔ (ملفوظات جلداول صفحہ ۱۵۱)

اب میں آخر پر ”مریم شادی فنڈ“ کی تحریک کے متعلق یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ جماعتوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے حیرت انگیز قربانی کی ہے اور غیر معمولی طور پر فراخدلی سے اس مد میں چندے دیئے ہیں۔

انجمن کی طرف سے تو مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ پاکستان میں جتنی بھی شادیاں ہوں گی ان کا سارا خرچ صدر انجمن ہی برداشت کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ اب اتنا وقت تو نہیں ہے کہ سب نام جو رہتے ہیں وہ میں پڑھ کے سنا دوں۔ میں مختصراً یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ تازقستان کی طرف سے تین سو چھپّن پاؤنڈ جماعت ریاض کی طرف سے پانچ سو پاؤنڈ، جماعت سویڈن کی طرف سے پانچ ہزار کرونز، مجلس انصار اللہ سویڈن کی طرف سے پانچ سو کرونز، جماعت جرمنی کی طرف سے دس ہزار یورو، مجلس انصار اللہ کی طرف سے دس ہزار، مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے پانچ ہزار پاؤنڈ، مجلس انصار اللہ یوکے پانچ ہزار پاؤنڈ، جماعت احمدیہ مراکش بارہ سو درہم، جماعت سعودی عرب ۷۵ ہزار سعودی ریال، جماعت سوئٹزرلینڈ اکیس ہزار چھ سو پچاس، مجلس خدام الاحمدیہ قادیان پچاس ہزار انڈین روپے، جماعت شارجہ اور شمالی امارات دس ہزار پاؤنڈ، جماعت ماریشس پانچ ہزار پاؤنڈ، مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ آٹھ ہزار ڈالر، مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا ایک ہزار ڈالر، صدر مجلس خدام الاحمدیہ کینیڈا مکرم نصیر احمد صاحب مرزا پانچ ہزار ڈالر۔

انفرادی ادائیگی جو ہوئی ہے ان میں نذیر صاحب کولون سے تیس پاؤنڈ، ڈاکٹر حامد اللہ صاحب یارکشائر پانچ سو پاؤنڈ، صاحبزادی بی بی جمیل صاحبہ امریکہ سے تین سو تیرہ پونڈ، میاں ظاہر احمد صاحب بٹّو ان کے بیٹے تین سو تیرہ پاؤنڈ، نجمہ ناہید صاحبہ ایک طلائی انگوٹھی، رانا سعید احمد صاحب ساٹھ پاؤنڈ، مکرم مبارک احمد صاحب مع فیملی امریکہ چھ سو بیس پاؤنڈ، سعدیہ انور صاحبہ چار طلائی چوڑیاں، مرزا قمر احمد صاحب تین سو بارہ پاؤنڈ، رفعت مبارک صاحبہ چار طلائی چوڑیاں، مکرمہ ماریہ مناہل بنت مکرم مبارک ظفر صاحب دس پاؤنڈ، مکرم منیر جاوید احمد صاحب اپنی دونوں والدہ کی طرف سے دو سو پاؤنڈ، اہلیہ اور بچوں کی طرف سے ساٹھ پاؤنڈ۔ اب یہ فہرست تو لمبی ہو رہی ہے اور وقت اب ختم ہو رہا ہے اس لئے میں اس فہرست کو پڑھنا بند کر دیتا ہوں۔ یہ یاد رکھیں کہ جن لوگوں نے دس روپے بھی دیئے ہیں۔ ان کو شکریہ سے قبول کرنا چاہئے کیونکہ میں نے یا بعض دوسرے امیروں نے جو چندے دیئے ہیں ان کو اس چندے کی تکلیف اتنی نہیں ہوئی یعنی ادائیگی میں دقّت نہیں ہوئی اور زائد رقم دے ہی دیتے ہیں۔ مگر جن لوگوں نے جوڑ جوڑ کر پیسے جمع کئے تھے ان کا ادا کرنا ایک بہت بڑا احسان ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا عطا فرمائے۔ امۃ الشافی ہے ہماری یہاں انہوں نے دس پاؤنڈ اپنے اخراجات کو جوڑ کر اس میں سے ادا کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ بہت لمبی فہرست ہے۔ اب میں یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ فضل سے اب بچیوں کی شادی میں ماں باپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی وہ بڑی خوشی کے ساتھ ان کو رخصت کریں وہ اپنے سسرال جائیں شوق سے اور اللہ کے فضل کے ساتھ اب ان کو طعنے کوئی نہیں ملیں گے۔ الحمد للہ۔ اللہ کا احسان ہے اس نے ہمیں توفیق عطا فرمائی کہ ہم نے یہ خدمت کر دی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اب چونکہ کیونکہ وقت زیادہ ہو گیا ہے اب باقی نام نہیں پڑھ سکتا۔ بہت لمبی فہرست ہے۔

برکینا فاسو (مغربی افریقہ) میں ہیومینٹی فرسٹ (Humanity First) کی عظیم الشان خدمات و منصوبے

(رپورٹ: محمود ناصر ثاقب ، امیر جماعت احمدیہ برکینافاسو)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے برکینا فاسو میں جماعت احمدیہ تبلیغی، تربیتی و تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ خدمت خلق کے بہت سے کام سرانجام دے رہی ہے۔اس کے شانہ بشانہ Humanity First کو بھی خدمت خلق کی بہت نمایاں توفیق مل رہی ہے۔اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’تم خدمت خلق کے کام کو نمایاں کرو اور اپنے بجٹ کو ایسے طور پر بناؤ کہ وقت آنے پر کچھ حصہ اس کا خدمت خلق کے کاموں میں صرف کیا جا سکے......پس اپنے بجٹ کا ایک حصہ خدمت خلق کے لئے وقف رکھو جیسے ہلال احمر اور ریڈ کراس کی سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں اگر تم آہستہ آہستہ ایسے فنڈز جمع کرتے رہو تو ہنگامی طور پر یہ رقوم کام آ جائیں گی۔ مثلاً بنگال میں سیلاب آیا تو جماعت کی طرف سے نہایت اچھا کام کیا گیا...... پس ہر سال بجٹ میں اس کے لئے بھی کچھ مارجن رکھ لیا جائے اور تھوڑی بہت رقم ضرور الگ رکھی جائے وہ رقم ریزرو ہوگی جو قحط اور سیلاب وغیرہ کے مواقع پر صرف کی جائے گی۔تم اس کا کوئی نام رکھ لو ہماری غرض صرف یہ ہے کہ اس طرح ہر سال کچھ رقم جمع ہوتی رہے جو کسی حادثہ کے پیش آنے یا کسی بڑی آفت کے وقت خدمت خلق کے کاموں پر خرچ کی جا سکے۔

جاپان میں زلزلے کثرت سے آتے ہیں فرض کرو وہاں کوئی زلزلہ آ جائے جس قسم کا زلزلہ پچھلے دنوں آیا تھا اور اس کے نتیجہ میں دو تین ہزار آدمی مر گئے تھے تو ایسے مواقع پر اگر خدام الاحمدیہ کی طرف سے گورنمنٹ کے واسطہ سے کچھ رقم وہاں بھیج دی جائے تو خود بخود خدام الاحمدیہ کا نام لوگوں کے سامنے آ جائے گا۔اس قسم کی مدد سے بین الاقوامی شہرت حاصل ہو جاتی ہے اور طبائع کے اندر شکریہ کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔اگر اس قسم کے مصائب کے وقت کچھ رقم تار کے ذریعہ بطور مدد بھیج دی جائے تو دوسرے دن ملک کے سب اخبارات میں مجلس کا نام چھپ جائے گا......پھر یہ بھی چاہئے کہ حالات کو دیکھ کر غور کیا جائے کہ کس رنگ میں کام کرنے کی ضرورت ہے‘‘۔(فرمودہ ۷/نومبر ۱۹۴۵ء بحوالہ الفضل ربوہ ۳۰/اگست ۱۹۹۳ء)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہیومینٹی فرسٹ دنیا بھر میں بنی نوع انسان کی اعلیٰ خدمات بجا لا رہی ہے۔ برکینا فاسو میں جو کام ہو رہے ہیں ان کی تفصیل ہدیۂ قارئین ہے:

خوراک کنٹینرز

۲۰۰۱ء میں ہیومینٹی فرسٹ نے ایک خوراک اور لباس کا کنٹینر برکینا فاسو بھجوایا جو مستحق لوگوں تک پہنچا دیا گیا۔ واگاڈوگو کی ہائی کمشنر تشریف لائیں اور اس کام کی بہت تعریف کی۔

ہیومینٹی فرسٹ کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ

افریقن ممالک میں بے روزگاری اپنے عروج پر ہے۔لوگوں کو اس قابل بنانے کے لئے کہ وہ روزگار حاصل کر سکیں ہیومینٹی فرسٹ نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ ان کو پروفیشنل ایجوکیشن دیں جس سے ان کو روزگار ملنے میں آسانی ہو۔ جماعت برکینا فاسو میں ایک چھوٹا سا سنٹر تھا جس میں کمپیوٹر کی ابتدائی تعلیم دینے کی سہولت تھی لیکن منظّم نہیں تھا جس کو ہیومینٹی فرسٹ نے اپ ڈیٹ کر کے اس کی ساری ذمہ داری لے لی جس کے لئے لندن سے پانچ کمپیوٹر بھجوائے گئے۔ نیز ایک رقم اس کے آغاز کے لئے دی گئی جس سے دس کمپیوٹرز پر مشتمل ایک سنٹر کھولا گیا جو شہر کے مصروف مقام پر ہے جس میں مائیکرو سافٹ آفس اور انٹرنیٹ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

ہیومینٹی فرسٹ کمپیوٹر ورکشاپ

۲۵/اگست سے ۱۰/ستمبر ۲۰۰۲ء تک جاری رہنے والی پہلی فضل عمر تربیتی کلاس کے موقع پر تمام ریجنز سے آئے ہوئے سکول اور کالجز کے طالبعلموں کو کمپیوٹر کا ایک شارٹ تربیتی کورس کروایا گیا جو بہت ہی کامیاب تھا۔ جس میں ۴۰ طلباء نے حصہ لیا۔ اس کے اختتام پر امتحان لیا گیا اور کامیاب ہونے والوں کو سرٹیفکیٹ بھی دئے گئے۔ اس کے ساتھ ساتھ معمولی فیس لے کر اور ضرورت مند طلباء کو مفت میں سکھانے کا سلسلہ بھی جاری ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اب تک ایک سو سے زائد طلباء ہمارے سنٹر سے کورس مکمل کر چکے ہیں جن میں ایک تعداد جو یہاں سے کورس کر کے گئے ہیں ان کو ملازمتیں یا ترقی ملی ہے۔ وہ نہ صرف ہمارے ممنون احسان بلکہ ہماری نیک نامی اور شہرت کا مستقل ذریعہ بھی بن گئے ہیں۔

کمپیوٹر ہارڈ وئیر کلاس

ہیومینٹی فرسٹ کے چیئرمین صاحب نے ازراہ شفقت ایک کمپیوٹر انجینئر مکرم فائز احمد صاحب کو انگلستان سے بطور نمائندہ ہیومینٹی فرسٹ دسمبر ۲۰۰۲ء میں ایک ہفتہ کی ٹریننگ دینے کے لئے بھجوایا۔ جس پر ایک کلاس کا اہتمام کیا گیا جس میں ۲۴ طلباء شامل ہوئے۔ یہ بہت ہی کامیاب کلاس تھی اور ایک مختصر وقت میں انہوں نے بہت کچھ سکھایا اور کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ کو بہتر بنیادوں پر چلانے کی راہنمائی کی۔ اس عرصہ کے دوران انہوں نے اس شعبہ سے متعلقہ لوگوں سے رابطے کئے نیز نئی برانچوں کے کھولنے کا جائزہ بھی لیا۔ اس طرح ان کی راہنمائی میں ایک قریبی کالج کی پرنسپل صاحبہ سے بھی ملاقات کی جس میں ان کو ہیومینٹی فرسٹ کا تعارف کروایا اور ہر سیشن میں ان کے کالج سے پانچ طلباء کو مفت داخلہ کی آفر کی گئی جس پر پرنسپل صاحبہ بہت خوش ہوئیں اور اس تعاون پر بہت ممنون ہوئیں۔ اس وقت کالج کے ۶ طلباء مفت سیکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ اس کا دائرہ کار بھی دوسرے کالجوں تک بڑھایا جائے گا۔

آئندہ کا منصوبہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو اس کام سے بہت ہی نیک نامی حاصل ہو رہی ہے اور یہ جگہ بہت چھوٹی پڑ گئی ہے اگرچہ ہم نے طلباء کو پانچ گروپس میں تقسیم کیا ہے یعنی روزانہ پانچ شفٹیں لگائی جاتی ہیں لیکن طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اور بہت زیادہ رجحان ہونے کی وجہ سے ہمارا پروگرام ہے کہ ایک بڑی جگہ لے کر وہاں اس کو شفٹ کیا جائے جس میں چالیس پچاس کمپیوٹرز کی گنجائش ہو۔ نیز کمپیوٹر ہارڈ ویئر (Hard Ware) بھی سکھائیں نیز اس کی برانچیں دیگر شہروں میں کھولی جائیں گی۔ انشاء اللہ۔

سلائی سکول

ہیومینٹی فرسٹ نے ایک سلائی سکول کا بھی آغاز کیا ہے جس میں اس وقت دس سلائی مشینیں ہیں اور اس سے بھی بہت فائدہ ہوا ہے کیونکہ غریب گھروں کی لڑکیاں سلائی کڑھائی سیکھ کر اپنا روزگار بنا رہی ہیں۔ اس وقت ۲۴ لڑکیاں زیر تربیت ہیں جبکہ ۲۰ لڑکیاں تربیت مکمل کر چکی ہیں۔ آئندہ اس میں بھی اضافہ کا پروگرام ہے۔ نیز بہترین کارکردگی اور مستحق لڑکیوں کو ہیومینٹی فرسٹ کی طرف سے آخر پر سلائی مشین دینے کا پروگرام بھی ہے۔ نیز جلد دستکاری کے کام سکھانے کا بھی منصوبہ ہے۔

ہیومینٹی فرسٹ میڈیکل کیمپس

ہمارے پروگرام میں ہر سال میڈیکل کیمپس لگانے کا پروگرام بھی ہے۔ الحمدللہ اگست ۲۰۰۲ء سے فروری ۲۰۰۳ء تک ہم نے چار میڈیکل کیمپس لگائے ہیں جس میں ۲۱۹۷ مریضوں کا معائنہ اور ادویات دی گئیں۔ اسی طرح اجتماع خدام الاحمدیہ کے موقع پر ۱۰۴ خون کی بوتلوں کا عطیہ دیا گیا جس کا سرکاری طور پر بہت شکریہ ادا کیا گیا اور ان کیمپس کی خبر ریڈیوز پر بھی آئی۔ میڈیکل کیمپس کا سلسلہ سارا سال جاری رہے گا۔ انشاء اللہ۔

ہیومینٹی فرسٹ ہومیوپیتھی ڈسپنسری

الحمدللہ ہیومینٹی فرسٹ کو واگاڈوگو کے سیکٹر ۱۷ میں ہومیوپیتھی ڈسپنسری کھولنے کی توفیق ملی ہے جس سے بنی نوع انسان کو اس طریقہ علاج سے بھی بہت فائدہ ہوگا انشاء اللہ۔ اس ڈسپنسری میں صرف معمولی سی پرچی فیس رکھی ہے باقی اخراجات ہیومینٹی فرسٹ برداشت کر رہا ہے۔

ہیومینٹی فرسٹ ایجوکیشنل سکالرشپ

الحمدللہ، امسال ۲۰۰۳ء کے لئے ہیومینٹی فرسٹ نے برکینا فاسو کے ۱۰ مستحق اور ذہین طلباء کو سکالرشپ دینے کا پروگرام بنایا ہے جس پر عمل ہو رہا ہے۔ اس میں سکول فیس کے علاوہ کچھ کتابوں وغیرہ کی مدد بھی کی گئی ہے۔ انشاء اللہ ہیومینٹی فرسٹ بُک بینک کا قیام بھی عمل میں لایا جائے گا جس سے مزید مدد ہو سکے گی۔

ہیومینٹی فرسٹ واٹر پمپ سکیم

برکینا فاسو میں پانی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ عموماً دارومدار بارشوں پر ہے جو سال کے صرف ایک موسم میں ہوتی ہیں جبکہ سارا سال اس پانی کو استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ زمین کا پانی گہرا ہے اور نلکے لگانے مشکل اور بے حد خرچ کا کام ہیں۔ اس سلسلہ میں جائزہ لیا ہے کہ ان علاقوں میں جہاں احمدی عورتیں سات سات آٹھ آٹھ کلومیٹر دور سے پانی لاتی ہیں ان کے لئے نلکے لگائے جائیں۔ اس سلسہ میں ہیومینٹی فرسٹ نے امسال سات نلکے لگانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ انشاء اللہ یہ ایسا صدقہ جاریہ ہوگا جس کا اجر رہتی دنیا تک جاری رہے گا۔

خدمت خلق ایک انتہائی اہم کام ہے اور یہ ایک موقع ہے کہ اپنے مولا کریم کے احسانات کا شکریہ ادا کیا جائے جس نے ہمیں اپنے فضلوں سے نوازا ہے اور اپنے دکھی بھائیوں کی ہمیشہ مدد کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:۔

’’غرض انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ،ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں ،ان کی خبر گیری کرنا اور مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکرگزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں‘‘۔

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۰۲۔۱۰۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان ارشادات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

F0ZMAN FOODS

A LEADING
BUYING GROUP
FOR GROCERS
AND C.N.T.SHOPS
2- SANDY HILL ROAD
ILFORD, ESSEX

TELEPHONE
0181-553-3611

﴿رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾

آسٹریلیا کے پہلے احمدی

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

حضرت حسن موسیٰ خان صاحب آسٹریلیا کے پہلے احمدی ہیں ۔آپ افغانستان نژاد ترین قبیلہ کے فرد تھے اور ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۸۶۲ء کے قریب نوجوانی کی عمر میں اونٹوں کے قافلے لے کر آسٹریلیا آئے ۔ ان کے بڑے بھائی حضرت محمد ابراہیم خانؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے۔غالباً انہیں کی تبلیغ سے آپ نے بھی ۱۹۰۳ء میں بذریعہ خط حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بیعت کی لیکن حضورؑ سے ملاقات کا شرف حاصل نہ ہوسکا۔ ۱۹۱۲ میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں قادیان آئے اور وہاں رمضان گزارا۔ سندھ میں ان کے عزیز تھے وہ ان کے پاس بھی ٹھہرے اور بوجہ علالت وہیں رہ جانا چاہتے تھے لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس آسٹریلیا جانے کا ارشاد فرمایا چنانچہ واپس چلے آئے اور تبلیغی کوششوں میں لگے رہے۔مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب نے آپ کے حالات اور خدماتِ دینیہ کا تذکرہ اپنے اس تحقیقی مضمون میں کیا ہے جو الفضل ربوہ میں ۲۹؍ستمبر ۱۹۸۳ء کو شائع ہوا۔

آپ کی بیعت کی منظوری کا خط قادیان سے ۱۳؍اکتوبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا جس کا ذکر اصحاب احمد کی جلد ۲ تا ۴ کے صفحہ ۲۸، ۲۹ پر ہے۔ ریویو آف ریلیجنز کے آپ باقاعدہ خریدار تھے اور اس میں بھی آپ کی خدمات کا ذکر آیا ہے۔ چنانچہ جب ریویو میں ترکی کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی اس پیشگوئی کے متعلق مضمون شائع ہوا جس میں بتایا گیا تھا کہ وہ غلبہ پانے کے بعد جلد ہی مغلوب ہوجائیں گے۔ تو آپ نے اس کو آسٹریلیا کے اخباروں میں بھی شائع فرمایا۔ چنانچہ ریویو کے شمارہ اگست ۱۹۱۸ء کے صفحہ ۳۰۰ پر حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ شائع ہوا جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ’’ہمارے ایک مخلص دوست اور مکرم بھائی حاجی حسن موسیٰ خان صاحب نے جو آسٹریلیا میں رہتے ہیں اپنے ہاں کے بعض اخباروں میں بھی اس پیشگوئی کو شائع کرایا تھا ۔ مثلاً اخبار ٹروتھ کی اشاعت مورخہ ۱۶؍جنوری ۱۹۱۶ء اور ۱۴؍مئی ۱۹۱۶ء میں‘‘۔

بوجہ جماعت کی تاریخ کا حصہ ہونے کے تجسّس تھا کہ پتہ لگایا جائے کہ وہ کہاں مدفون ہیں۔ یہ تحقیق مکرم ڈاکٹر ریاض اکبر صاحب (آف برسبین) کے حصّہ میں آئی۔ انہوں نے بڑی محنت سے آسٹریلیا کے سارے شہروں کی قبروں سے متعلقہ ریکارڈ کھنگال کر ان کی قبر کا سراغ لگایا۔ ان کی قبر آسٹریلیا کے شہر پرتھ کے ایک مضافاتی قصبہ Karrakatta میں پائی گئی ہے۔کونسل کے ریکارڈ میں لکھا ہے ’’موسیٰ خان، سیکشن AA۔ مسلم قبرستان کراکٹا۔ درخواست نمبر KB 00061740۔ تاریخ وفات ۸؍جون ۱۹۳۹ء۔ وفات پر عمر ۹۷ سال۔

اک دلچسپ بات موقعہ پر جاکر جو دیکھی گئی وہ یہ تھی کہ اس کے قریب ہی ایک کتبہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار درج تھے۔

حضرت حسن موسیٰ خان صاحب کی قبر کے قریب ہی ایک احاطہ بنا ہوا ہے جو خستہ حالت میں ہے۔اس میں تین قبروں کی جگہ کونسل سے خریدی ہوئی ہے لیکن قبر صرف ایک بنی ہے اور دو جگہیں خالی پڑی ہیں۔ قبر کے کتبہ پر لکھا ہے: A عبداللہ۔ باشندہ کلکتہ بنگال انڈیا۔ وفات ۲۲ ستمبر ۱۹۲۱ء، عمر ۶۵ سال۔ کتبہ لگوانے والے صاحب کا نام عبدالعزیز لکھا ہے۔ عبداللہ صاحب مرحوم کی قبر کے ساتھ خالی جگہ پر ایک کتبہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل اشعار کندہ ہیں:

اے حب جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں
اک دن یہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پر شام ہے

دوسرے مصرعہ میں قبر کی مناسبت سے کچھ تصرف کیا گیا ہے۔ اصل مصرعہ یہ ہے۔

’اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے‘

معلوم ہوتا ہے عبداللہ صاحب حضرت حسن موسیٰ خان صاحب کی تبلیغ سے احمدی ہوئے ہوں گے اور کتبہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار کندہ کروانے والے عبد العزیز صاحب بھی ضرور احمدی ہوں گے اور عبد اللہ صاحب کے بیٹے یا عزیز ہوں گے۔ اور چونکہ قبروں کی جگہیں ریکارڈ کے مطابق خالی پڑی ہیں ہوسکتا ہے جگہ خریدنے والے صاحب واپس وطن چلے گئے ہوں۔ بہرحال کسی کی اولاد کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں لگ سکا۔

کونسل کے ریکارڈ اور نشان دہی پر حضرت حسن موسیٰ خان صاحب کی قبر کی جگہ کا تو پتہ لگ گیا ہے لیکن اس پر کوئی کتبہ نہیں۔ اب جماعت کی طرف سے مولانا محمود احمد صاحب امیر و مشنری انچارج آسٹریلیا کتبہ لگوا رہے ہیں اور اس سلسلہ میں پرتھ کی کونسل کو ضروری ادائیگی کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدماتِ سلسلہ کو قبول فرماتے ہوئے ان کی روح پر بہت بہت فضل فرمائے اور درجات میں ترقی دے۔ آمین۔

TOWNHEAD PHARMACY

FOR ALL YOUR PHARMAECUTICALS NEEDS

☆......☆......☆

31 Townhead Kirkintilloch

Glasgow G66 1NG

Tel: 0141-211-8257

Fax: 0141-211-8258

دنیائے طب

(ڈاکٹر شبیر احمد بھٹی)

بڑھاپے میں اچھی غذا کی اہمیت

Health & Ageing کے حالیہ شمارہ فروری ۲۰۰۳ء میں اس موضوع پر ایک مضمون چھپا ہے۔ غذا کا قوت مدافعت پر اثر ہے جو کہ عمر کے ساتھ ساتھ ویسے ہی کمزور پڑنا شروع کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑھاپے میں انفیکشن زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ بڑھاپے کے ساتھ ساتھ وٹامن اور دوسرے معدنیات (Minerals) کی کمی کا بھی قوت مدافعت یعنی Immunity پر اثر پڑتا ہے۔ ہسپتال میں ایسے مریضوں کی غذا کو جب بہتر کیا گیا اور وٹامن وغیرہ سے تقویت پہنچائی گئی تو قوت مدافعت پر بڑا اچھا اثر پڑا۔ لیکن یہاں کچھ احتیاط کی بھی ضرورت ہے ۔ کئی عمر رسیدہ لوگ از خود یا اپنے رشتہ داروں کے ذریعہ سے وٹامن وغیرہ بازار سے خرید کر استعمال کرتے ہیں۔ گو کہ کچھ دواؤں کا معتدل استعمال مفید ہوگا۔ مثلاً زنک (Zinc) کا قوت مدافعت پر مثبت اثر ہے لیکن زیادہ مقدار میں اس کا اثر بالکل برعکس ہے ۔ اسی طرح وٹامن ای (Vitamin E) بھی زیادہ مقدار میں قوت مدافعت کو کمزور کرتی ہے۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ غذا میں پھل اور تازہ سبزیاں خوب ہوں جس کے ذریعہ سے وٹامن کی تمام کمیاں دور ہوجائیں گی اور جسم میں زیادتی کا سوال پیدا نہیں ہوگا۔

ڈپریشن

یہ ایک ایسا مرض ہے جو نجانے کیوں مردوں کو اپنی مردانگی پر اثر انداز لگتا ہے اور عورتوں کو اپنی کمزوری کا یقین دلاتا ہے۔ حالانکہ یہ اور مرضوں کی طرح ایک مرض ہے جیسے نمونیہ، انجائنا وغیرہ۔ ڈاکٹر ٹم کینٹوفر (Tim Cantopher) برطانیہ میں پرائری (Priory) ہسپتال کے ڈائریکٹر ہیں اور فروری ۲۰۰۳ء کے Capital Doctor میں ان کا ایک مضمون چھپا ہے جو بڑا دلچسپ ہے۔ مختلف اعداد و شمار کے مطابق صرف ایک تہائی لوگ جو ڈپریشن کا شکار ہوتے ہیں اپنے ڈاکٹر کے پاس بغرض علاج پہنچتے ہیں۔ ڈاکٹر کے کمرۂ انتظار میں جو مریض بیٹھے ہوتے ہیں ان کا تیسرا حصہ ڈپریشن کا کسی نہ کسی حد تک شکار ہوتا ہے۔ پھر جو مریض ڈاکٹر کے پاس پہنچ جاتے ہیں تو صرف ان کے ایک تہائی کے ڈپریشن کی صحیح تشخیص ہوتی ہے (کیونکہ اکثر مریض آنے کی اصل وجہ نہیں بتاتے اور ڈاکٹر کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ تفصیل میں جا کر وجہ معلوم کرے) اور جن مریضوں کی صحیح تشخیص ہو بھی جاتی ہے تو ان میں سے صرف ایک تہائی ایسے ہیں جنہیں پوری اور مؤثر دوائی دی جاتی ہے۔ جنہیں دوائی دی جائے انہیں دوائی صحیح طور پر استعمال کرنے پر مائل کرنا ایک اور بڑا مسئلہ ہے۔ اکثر مریض سمجھتے ہیں کہ ڈپریشن ان کی کمزوری کی بنا پر ہوا ہے اور وہ خود بخود اپنے آپ کو درست کرلیں گے۔ جبکہ یہ جسم کے ایک اہم عضو کی بیماری ہے اور بغیر ادویات کے ٹھیک نہ ہوگی۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ میں نمونیہ کا علاج نہیں کروں گا بلکہ خود بخود ٹھیک کرلوں گا تو ایسا علاج نہ کرنے والا بہادر نہیں بلکہ بیوقوف سمجھا جائے گا۔ اگر مریض علاج نہ کروانے کا یہ بہانہ بنائے کہ علاج سے میری کمزوری ظاہر ہوتی ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ پھر تمہیں ڈپریشن ہوا ہی کیوں۔

اسہال

تیسری دنیا میں اسہال کی بیماری عام پائی جاتی ہے اور بچوں میں یہ خصوصیت سے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ .U. N کے مطابق ہر سال دنیا میں بیس لاکھ لوگ اسہال سے موت کا شکار ہوتے ہیں جن کی بھاری اکثریت بچوں کی ہوتی ہے۔ ان میں سب سے بڑی وجہ صاف پانی کا میسر نہ ہونا ہے۔ جب اسہال کی تکلیف ہوتی ہے تو جسم سے نہ صرف پانی کا اخراج ہوتا ہے بلکہ ایسی اہم رطوبتیں بھی خارج ہوتی ہیں جو جسم کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے بے حد ضروری ہوتی ہیں۔ کچھ ایسے عناصر ہیں مثلاً سوڈیم اور پوٹاشیم جو اگر جسم میں کم ہوجائیں تو جسم کے مختلف اعضاء کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں ۔ انسان پر نزع کی حالت طاری ہوجاتی ہے اور دل دھڑکنے سے رک جاتا ہے۔ اس علم کو مدنظر رکھتے ہوئے منطقی علاج تو یہی ہے کہ ان عناصر اور پانی کی کمی کو پورا کیا جائے اور حقیقت بھی یہی ہے اتنی خطرناک بیماری اور اتنا آسان علاج۔

اکثر لوگ اسہال کی شکایت میں (خصوصاً بچوں کے معاملہ میں) اسہال روکنے کو اوّلین ذمہ داری سمجھتے ہیں حالانکہ اس کے روکنے نہ روکنے سے اس کے خطرات سے ہرگز بچاؤ نہیں ہوتا۔ اسہال قبل از وقت روک دیئے جائیں تو گو اسہال جسم سے باہر نکلنا تو بند ہوجائیں گے لیکن عملاً وہ جاری رہتے ہیں۔ صرف ہوتا یہ ہے کہ پیٹ کے اندر ہی مقیّد ہوجاتے ہیں اور بچوں میں خصوصاً پیٹ پھول جاتا ہے۔ یہ خطرناک علامت ہے۔ اسہال کا بہترین علاج یہ ہے کہ اس کے مضر اثرات سے نپٹا جائے۔ نیچے سے اسہال جاری رہنے دیئے جائیں لیکن منہ کے ذریعہ پانی وغیرہ پلاتے رہیں۔ یہ پاؤڈر کی شکل میں کیمسٹ سے عام دستیاب ہوتے ہیں یا بنے بنائے ملتے ہیں۔ ۴ یا ۵ دن کے بعد اسہال خود بخود بند ہوجائیں گے ۔ لیکن مریض نے چونکہ جسم میں پانی اور دیگر ضروری عناصر کی کمی نہیں ہونے دی اس لئے طبیعت بڑی حد تک ٹھیک رہے گی۔ بچہ ہو تو وہ کھیلتا رہے گا۔ لیکن ایک ضروری یاددہانی یہ ہے کہ بچوں کے معاملہ میں اگر اسہال تین دن سے بڑھ جائیں اور وہ بیمار لگے اور بڑوں کے معاملے میں اگر اسہال دن میں چھ بار سے زیادہ ہو تو ڈاکٹر سے مشورہ لے لینا چاہئے۔

خداتعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ۔ ربوہ

☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750

☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515

SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

امر بالمعروف

تمباکو کا استعمال

مومن اور پھر لغو کام۔ نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ خداتعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے رسولؐ پر انہیں یقین ہے۔ یومِ آخر مانتے ہیں، بعث بعد الموت کے قائل ہیں، وہ لغویات میں مبتلا ہوں۔ میرا تو وہم بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔ پھر لغو بھی کیسا جس میں روپیہ خرچ ہو۔ اسراف ہو، مفت کی سردردی ہو، اوقات ضائع ہوں، صحت کو نقصان پہنچے۔

اس وقت دنیا میں جس قدر تمباکو کا رواج ہے اور کسی چیز کا نہیں۔ سب دنیا روٹی کھاتی ہے کیونکہ وہ مجبور ہے بغیر کھانے کے زندگی محال ہے۔ سب دنیا پانی پیتی ہے کیونکہ اس کے بغیر حیات کا قیام ناممکن ہے۔ سب دنیا کے لوگ کپڑے پہنتے ہیں کہ اس سے ستروں کی حفاظت اور شہوتوں کا انسداد ہوتا ہے۔ گھر بنائے جاتے ہیں کیونکہ ان سے آفاتِ ارضی وسماوی سے نجات ہوتی ہے اور مختلف قسم کے دشمنوں کے حملوں سے انسان کو بچاتے ہیں۔ مگر سب دنیا تمباکو کیوں پیتی ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کی کیا غرض ہے؟ جس قدر اعمال انسانوں میں مشترک ہیں ان کی وجہ اشتراک حاجات ہے۔ چونکہ ایک ہی قسم کی حاجتیں پیدا ہوتی ہیں، ایک ہی قسم کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں جن سے ان حاجات کو پورا کیا جائے۔ مگر وہ کونسی ضرورت تھی، کونسی کمی تھی جس کے پورا کرنے کے لئے تمباکو کو رواج دیا گیا۔ کیا دنیا اس کے بغیر زندہ نہ رہ سکتی تھی یا اس کے استعمال کے بغیر تہذیب وشائستگی کے رواج کو کوئی صدمہ پہنچتا تھا۔ کیا اس کے استعمال سے انسانی صحبت مضبوط ہوگئی یا اس نے بیماریوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ آخر کیا بات ہے کہ جس طرح ضروریاتِ زندگی میں کل دنیا کے لوگ متفق ہیں اسی طرح قریباً دنیا کی آبادی کا اکثر حصہ تمباکو نوشی میں مشغول ہے۔ یہ اتفاق کیوں ہے اور کیا اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ اور بھی ہے کہ بھیڑ چال اور اندھا دھند تقلید کا مادہ لوگوں میں زیادہ ہے۔

تمباکو کی دریافت کو ابھی چھ سو سال بھی نہیں ہوئے لیکن یہ دنیا کی سب اشیاء سے زیادہ دنیا بھر میں رائج ہوگیا ہے۔ ہر ملک وقوم کے لوگ کسی نہ کسی رنگ میں اس کا استعمال کرتے ہیں۔ کوئی نسوار کے ذریعہ اپنا روپیہ خرچ کرتا ہے۔ کوئی پان میں ڈال کر اپنے مال پر پانی پھیرتا ہے۔ کوئی حقّہ کے ذریعہ اپنی دولت اُڑاتا ہے۔ کوئی سگریٹ یا سگار میں اپنا اندوختہ جلا کر خاک کرتا ہے۔ غرض کہ اس کثرت سے تمباکو کا استعمال دنیا میں ہوتا ہے کہ حیرت آتی ہے۔

اچھا بھلا آزاد آدمی جسے خدا نے بالکل حُر پیدا کیا تھا اپنے آپ کو تمباکو کی غلامی میں سپرد کر دے تو کیسے تعجب کی بات ہے۔ صبح اٹھے اور لگے سگرٹ اور سگار اڑانے، حقّہ پینے۔ خدا کا نام لینے سے پہلے اس بدبودار نجاست کو اپنے منہ میں لگا لیتے ہیں اور پھر غضب یہ ہے کہ صحت کو نقصان پہنچتا ہے، روپیہ ضائع ہوتا ہے مگر بجائے مذمّت کے تمباکو کی تعریفیں کی جاتی ہیں۔

ذرا اس نقشہ کو اپنے دل میں کھینچو تو سہی کہ ہر وقت ایک لمبی ناؤ پکڑے ہوئے پھر رہے ہیں ورنہ یہ سانس کھینچ کر ناک یا منہ سے دھواں باہر نکال دیتے ہیں کیا یہ فعل بھی کوئی ایسا فعل ہے جس کے لئے روپیہ اور وقت ضائع کیا جائے۔ حقّہ نوشوں کو دیکھا ہے کہ دن کا ایک حصہ ان کا حقہ تیار کرنے پر خرچ ہوتا ہے۔ بھلا جو دن میں پانچ چھ دفعہ (جو اندازہ بہت کم ہے) حقّہ بھرنے میں لگائے گا اور اسے بیٹھ کر پیئے گا، اسے دین کی طرف متوجہ کرنے کا موقع کب ملے گا۔ زمیندار ہمارے ملک میں بہت جاہل ہوتے ہیں۔ اور دین سے بالکل ناواقف لیکن اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ دین کے سیکھنے پر وقت نہیں خرچ کرتے اور جب انہیں کہا جائے کہ دین سیکھو تو جواب دیتے ہیں کہ وقت نہیں۔ لیکن اگر وہ حقّہ نوشی کی عادت چھوڑ کر وہ وقت جو اس فضولی سے بچ جائے، دنیا کے سیکھنے پر لگائیں تو چند سالوں میں بہت کچھ پڑھ جائیں۔ جس طرح کسان حقّہ بھر کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں اور ہل کے پیچھے پیچھے چلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر وہ قرآن شریف کا ایک دو ورقہ ہاتھ میں لے کر پھرتے رہیں تو ترجمہ تو الگ رہا چند سالوں میں قرآن کریم کو حفظ اور دین کے بہت سے مسائل سے واقف ہو جائیں۔ مگر اس طرف انہیں کچھ توجہ نہیں۔ سارا دن حقّہ کی نال منہ میں ہے۔ دھواں منہ اور ناک دونوں جگہ سے نکل رہا ہے اور اپنے کام میں مشغول ہیں۔

وقت کے تضیّع کے علاوہ روپیہ کا بڑا خرچ ہوتا ہے۔ غریب مزدور جو دن بھر میں بمشکل پانچ چھ آنے کماتا ہے وہ اس میں سے ایک پیسہ روزانہ تمباکو پر خرچ کر دیتا ہے اور اس طرح اس پر ۸/ ماہوار کا بیفائدہ ٹیکس لگتا رہتا ہے جو زکوٰۃ سے قریب دوگنا ہوتا ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ غنی پر چالیسویں حصہ کے حساب سے سال کے گزرنے پر لگتی ہے۔ لیکن تمباکو کا ٹیکس ایسے غریبوں پر بھی لگتا ہے جو کھانا تک پیٹ بھر کے نہیں کھا سکتے۔ اور پھر قریباً آمدنی کا بیسواں حصہ اس پر خرچ کردیتے ہیں اور اس طرح خداتعالیٰ نے امراء پر جو زکوٰۃ مقرر کی ہے اس سے دگنا ٹیکس غرباء اپنی مرضی سے ادا کرتے ہیں اور کیسے ادا کرتے ہیں۔ کیا سرکاری اعمال کو جو ایسے سڑکوں، نہروں، شفاخانوں اور پولیس پر خرچ کیں یا عاشر کو جو ایسے غرباء، فقراء، اپاہجوں، بیکاروں، ناداروں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کی جماعت پر خرچ کرے۔ نہیں بلکہ یہ ٹیکس تمباکو بیچنے والے کو ادا کیا جاتا ہے اور اس کے بدلہ ہوا میں چند سانس دھوئیں سے بھرے ہوئے چھوڑ دئے جاتے ہیں۔

اگر غرباء اپنا وقت اور روپیہ اس طرح خرچ کر دیتے ہیں تو امراء بھی اس سے محفوظ نہیں۔ وہ اگر اس تمباکو پر کفایت کرتے تو بھی ایک قلیل رقم مقام صرف میں خرچ ہوجاتی۔ لیکن وہ اس پر کہاں بس کرنے والے تھے۔ انہیں سے جنہیں حقّہ کی عادت تھی انہوں نے تمباکو پیدا کر کے اعلیٰ سے اعلیٰ تمباکو تیار کروانے شروع کئے اور تمباکو میں مشک اور زعفران پڑنے لگا اور اس طرح اپنے اموال کو انہوں نے بھی ہوا میں اڑا دیا۔ جنہوں نے حقّہ کو متروک وخلاف فیشن سمجھا وہ سگریٹ اور سگار کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اگر غرباء پانچ چھ پیسہ کی ایک ڈبیہ خرید کر اپنی حماقت کا اظہار کرتے تھے تو انہوں نے اسپیشین سگریٹ اور ٹرکش ٹوبیکو کے ذریعہ اپنی بیوقوفی کا ثبوت دینا شروع کیا۔

کیا کوئی گن سکتا ہے کہ تمباکو ہندوستان میں کس قدر لوگ استعمال کرتے ہیں؟ قریباً سب کے سب زمیندار اس مرض میں گرفتار ہیں۔ ان کی عورتیں بھی ان کے ساتھ شریک ہیں۔ گاؤں میں جب عام اجتماع کی جگہ پر زمیندار اکٹھے ہوتے ہیں تو ان کا شغل ہی یہ ہوتا ہے کہ حقّہ بھر کر بیچ میں رکھ لیا۔ اِدھر اُدھر کی بکواس شروع کردی۔

بڑے تو الگ رہے بچوں کو بھی یہ عادت ڈلوائی جاتی ہے اور سات آٹھ سال کے بچے اکثر گاؤں میں منہ سے ایک چھوٹا سا حقہ لگائے ہوئے جانوروں کے پیچھے دوڑتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ گویا ایک ننھی سی جان کے ساتھ ایک دیوہیکل جن کو لگا دیا جاتا ہے جو اس کی صحت کے قیمتی جوہروں کو چپکے چپکے سے نہیں بلکہ بڑبڑاتے ہوئے کھاجاتا ہے۔

زمینداروں کے علاوہ دیگر اقوام اور پیشہ وروں میں بھی اسی شدّ ومدّ سے رواج ہے جیسا زمینداروں میں۔ غرض کہ اعلیٰ سے لے کر ادنیٰ طبقہ کے لوگوں میں تمباکو نوشی کا مرض یکساں پھیلا ہوا ہے اور نہیں تو پان کے زردہ کے ذریعہ ہی اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ لاکھوں روپیہ نہیں بلکہ کروڑوں روپیہ کب تک اسی طرح ضائع ہوتا رہے گا۔ کیا احمدی جماعت کے افراد اس طرف توجہ نہ کریں گے۔ ﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ﴾ خدا کے فرستادہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے بھی اگر تم نے اس اسراف سے اپنے آپ کو نہ بچایا تو اور کون سا زمانہ آئے گا جب پاک ہوگے۔ کہتے ہیں کہ پانچ لاکھ کی جماعت ہے اگر ۵ ہزار آدمی بھی مان لو جو حقہ پیتا ہے اور فی کس ۲/ ماہوار کا تمباکو خرچ کرتا ہے تو سالانہ ساڑھے سات ہزار روپیہ کی بچت ہوسکتی ہے۔ اسے اشاعتِ اسلام اور سلسلہ میں خرچ کیا جائے تو سینکڑوں جانیں ہدایت پاسکتی ہیں۔ پس احمدی جماعت کے حقّہ نوشوں کو چاہئے کہ اس عادت بد کو ترک کریں اور اس اسراف سے باز آ جائیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس کے خلاف انتباہ بھی دے چکے ہیں۔ لیکن اب تک احمدیوں میں یہ مرض موجود ہے۔ کیا سچے مومن کی یہی علامات ہوتی ہیں؟ کیا وہ اسی طرح فرمانبرداری کرتا ہے۔ اگر تم نہیں بچ سکتے تو کم سے کم اپنے بچوں کو اس سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرو اور ان کو اس بلا سے بچاؤ۔ میرے مخاطب خاص طور پر زمیندار ہیں۔

(بشکریہ اخبار الفضل قادیان دارالامان جلد اول نمبر ۲۰)

بقیہ: اے جنوں کچھ کام کر ......
از صفحہ نمبر ۴

کے ساتھ اس کے نقش قدم پر چلتا رہوں۔ اللہ اس کی توفیق اپنے فضل سے بخشے۔

یہ دیوانہ قریہ قریہ گھوڑے پر سوار ہوکر گھومتا پھرتا تھا اور دعوت الی اللہ کا جنون اس کے سر پر ایسا سوار تھا کہ اسے سر پیر کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ مگر اس نے اس مقدس ہاتھ میں اپنا ہاتھ کیا دیا کہ گویا علم وحکمت کے دَر اُس کے لئے وا ہوگئے۔ پھر اس جنونی کا ایک بہت بڑا تقاضا غیرت ایمانی بھی ہے جس سے وہ سرشار رہتا تھا۔ ایک بدنصیب رئیس نے اس کے راہنما اور پیشوا کے حق میں بغیر کسی قسم کے اشتعال کے سخت بدزبانی کی۔ اس کا شیشۂ دل ٹوٹ گیا۔ جوں جوں منع کرتا وہ گندہ دہنی میں بڑھتا ہی گیا۔ آخر اس کے ہاں سے زخمی دل سے اٹھ کر چلے گئے۔ مگر اس غیرتمند دیوانے کے دل پر بہت گہرا زخم آچکا تھا۔ ساری رات نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اور اس "اَشْعَثَ وَاَغْبَر" کے منہ سے بے اختیاری میں ایسی بات نکلی جو اسی کے کہنے کے عین مطابق اس بدتمیز انسان کی ساتویں ہی دن ایسی ہلاکت پر منتج ہوئی جو دردناک بھی تھی اور قہر الٰہی کا ایک تابندہ نشان بن گئی اور اس نشان عبرت کے گواہ اسی قصبہ کے غیر از جماعت لوگ ابھی موجود ہیں۔

آج ہم جو کچھ ہیں اس بزرگ صحابی کی دعاؤں اور تربیت اور روحانی ورثے کے صدقے ہیں۔ ہمیں خود تو عقل ودانش کا دعویٰ ہی نہیں ہے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں اور ان کے ایثار وجنون کا تصور کر کے بھی بحر ندامت میں ڈوبے جاتے ہیں اور خود کلامی کی حالت میں اپنے آپ کو کہتے ہیں:

'سلف جن کے وہ تھے، خلف ان کے یہ ہیں'۔

اللہ تعالیٰ ان دیوانوں اور ان کے پیشوا اور مقتداء کے طفیل (جن میں سے بعض کا ذکر اوپر بطور مشتے نمونہ از خروارے کیا ہے) ہمیں بھی اپنی رضوان کی راہوں پر چلنے کی سعادت بخشے۔ آمین۔

آج ہمیں بھی کافر ومرتد اور واجب القتل قرار دیا گیا۔ حکومت کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا گیا ہے جس میں ہمیں جابجا تکرار کے ساتھ مرتد اور واجب القتل لکھا گیا ہے۔ وہ لوگ جو چاہیں ہمارے بارہ میں کہیں اور لکھیں مگر ذرہ نواز مالک الملک قادر کریم سے التجا ہے کہ انجام بخیر ہو اور مشہور پنجابی شاعر کے الفاظ میں مناجات پر یہ بیان ختم کرتا ہوں۔

مَیں شروع تھیں لے کے آج توڑی
جیدھے عشق وچ ذلّتاں جھاگیاں نے
دم اوھدے ہی قدماں دے وچ نکلے
عزت آبرو رہندی اے تاں میری

اردو کلاس میں
تدریس نماز

(چوتھی قسط)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے اردو کلاس میں آسان زبان میں نماز کے معانی اور مطالب سمجھاتے ہوئے فرمایا:۔

سورۃ فاتحہ شروع ہوتی ہے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے۔ اس کے علاوہ پہلی آیت ہے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔

﴿اَلْحَمْدُ﴾ کا مطلب ہے ہر تعریف۔

﴿اَلْحَمْدُ﴾ میں کئی معنی ہیں۔ اَلْ (الف لام) عربی کا ایک لفظ ہے جس کو انگریزی میں The بھی کہتے ہیں۔ یہ Definite Article ہے انگریزی کا۔ اس The میں کئی معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کا مطلب ہے Perfect Praise چونکہ The بعض دفعہ Perfection کے لئے آتا ہے۔ اور ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کا مطلب ہوا All Praises۔

﴿اَلْحَمْدُ﴾ کا مطلب The کے حوالہ کے بغیر آپ کو سمجھاتا ہوں۔

اَلْحَمْد کا مطلب ہے سچی تعریف، ایسی تعریف جس کو تعریف کہا جاسکے۔ جیسے کہتے ہیں He is the man۔ یعنی وہ شخص جس میں انسانی صفات موجود ہیں اور اسے The کہا جاسکے He is the man۔ تو لفظ The میں بھی بہت معنی ہیں۔ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ میں الف لام The سے ملتا جلتا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ﴾ وہ تعریف ہے جو تعریف کہلا سکتی ہے۔ ﴿لِلّٰهِ﴾ صرف اللہ کے لئے۔ باقی سب تعریفیں جھوٹی، ایک ہی تعریف ہے جو اللہ کی تعریف ہے۔ اور باقی تعریفیں اس ایک تعریف میں شامل ہیں۔ جو چیز بھی حمد کے لائق ہے، خوبی ہے جس میں، جو بھی آپ کو چیز اچھی نظر آئے آپ کہہ سکتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ ہر اچھی بات خدا سے نکلی ہے اور ہمیں دکھائی دینے لگی ہے، ہمیں فائدہ پہنچا رہی ہے۔

تو ﴿اَلْحَمْدُ﴾ جو پہلا لفظ ہے اس پر آپ جتنا بھی غور کریں آپ کو مزا آئے گا سوچ کر کہ سارے قرآن کا خلاصہ تو الحمد میں ہی آ جاتا ہے۔ گویا اَلْحَمْدُ ایک ایسا لفظ ہے جو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے بعد آتا ہے اور ﴿اَلْحَمْدُ﴾ لفظ پر آپ غور کریں تو اس کے اندر سارا قرآن آجاتا ہے۔ ہر چیز جو دنیا میں تعریف کے قابل ہے اگر وہ خدا سے تعلق رکھتی ہے تو تعریف کے قابل ہے۔ خدا سے دور کسی چیز کی تعریف نہیں۔ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کا ایک یہ مطلب ہے اور جتنی بھی تعریف آپ سوچ سکیں جو اچھی سے اچھی چیز آپ سوچ سکیں۔ اللہ کی وجہ سے اچھی ہے کیونکہ اس نے بنائی ہے، اس نے پیدا کی ہے۔ اور اگر کوئی انسان اچھا ہوا سے اچھا کیونکر کہیں؟ اس لئے کہ اس میں اللہ کی باتیں ملنی چاہئیں۔ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ تبھی کہیں گے اگر اس میں اللہ کی باتیں موجود ہوں تو پھر وہ اچھا لگے گا۔ اور رسول کریم ﷺ میں سب سے زیادہ اللہ کی خوبیاں تھیں۔ تو ﴿اَلْحَمْدُ﴾ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام بھی آ گیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بات بڑی خوبصورتی سے بیان فرمائی ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہے کہ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ میں محمد بھی آتا ہے کیونکہ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کو پڑھنے کے دو طریقے ہیں:۔

(۱) ایک ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔

(۲) دوسرا معنی ہے تعریف وہی ہے جو اللہ کرے۔

گویا پہلا معنی یہ ہے کہ ہم جو بھی سچی تعریف کریں گے وہ اللہ کی طرف جائے گی اور دوسرا معنی ہے کہ سچی تعریف اللہ ہی کرتا ہے۔ جس کی اللہ تعریف کرے وہ سچا، دوسری تعریفیں جھوٹی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے سب سے زیادہ اللہ کی تعریف کی اس لحاظ سے آپ کا نام احمدؐ ہے۔ احمدؐ کہتے ہیں وہ شخص جو کسی اور کی بہت ہی تعریف کرے اور زیادہ تعریف کے نتیجہ میں اللہ نے آپ کا نام احمدؐ رکھا۔ تو اللہ کی وہ تعریف جو رسول اللہ ﷺ نے بیان کی وہ مکمل تعریف ہے اور انسان کے لئے ضروری ہے۔ باقی سب نبیوں کی تعریفوں میں آپ کو کہیں کمزوری دکھائی دے گی۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام احمدؐ کے علاوہ محمدؐ بھی رکھ دیا۔ چونکہ خدا نے پھر آپ کی بہت تعریف کی۔ محمدؐ کہتے ہیں جس کی بے حد تعریف کی گئی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ چونکہ زیادہ جواب دیتا ہے اس لئے لفظ محمد میں زیادہ شدت آ گئی ہے۔ چونکہ اللہ کسی کا شکریہ نہیں رکھتا۔ اللہ جو تعریف بیان کر دے وہ انسان کی تعریف کے جواب میں ہوتی ہے اور پھر وہ بہت زیادہ تعریف کرتا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ کا نام احمد بھی ﴿اَلْحَمْدُ﴾ میں موجود ہے اور محمد بھی۔ تو اسی لئے مَیں کہہ رہا تھا کہ سارے قرآن کا خلاصہ تو لفظ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ بن گیا۔ سب تعریفیں۔ ہر چیز جو کائنات میں اچھی ہے وہ خدا کے لئے ہے۔ مکمل تعریف اسی کی ہے۔ اس کے سوا کوئی تعریف، تعریف نہیں ہے۔ سب سے بڑا تعریف کرنے والا احمدؐ تھا۔ سب سے زیادہ تعریف کروانے والا اللہ سے محمدؐ تھا۔ تو ﴿اَلْحَمْدُ﴾ میں یہ ساری باتیں آ گئیں۔

اس کے بعد پھر انسان کہتے ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔

صرف رسول اللہ ﷺ کو پیدا نہیں کیا، صرف آپ پہ بات ختم نہیں ہوئی، اس نے تو سارے جہانوں کی تربیت کی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی تربیت ایسی اچھی ہوسکتی ہے تو سب لوگ پیچھے کیوں رہ گئے۔ ربّ تو وہی ہے۔ رسول اللہ میں کوئی ذاتی خوبی نہیں، اللہ کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ تو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ جب کہتے ہیں تو مطلب یہ ہے کہ سارے جہان، سب زمانے، ہر چیز کی اس ذات نے ربوبیت کی ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تربیت کی۔ اگر وہ اتنے بلند ہو سکتے ہیں تو باقی سب کیوں نہ ان کے پیچھے چلیں۔ وہ بھی اسی طرح ترقی کر سکتے ہیں۔ توفیق نہ ہو تو یہ الگ بات ہے مگر رستہ کھلا ہے۔ تو یہ معنی ہیں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔

اب اس معنی کو سوچنے کے لئے آپ کو ایک زمانہ چاہئے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہر نماز میں ہر دفعہ جب آپ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کہیں تو ساری باتیں دماغ میں آ جائیں۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ہر دفعہ ﴿اَلْحَمْدُ﴾ کہتے ہوئے کوئی اچھی بات ضرور سوچ لیتے ہیں۔ اس کا تعلق آپ کے حالات سے بھی ہوسکتا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ میں ساری دنیا میں جتنی مخلوقات ہیں ان کی ربوبیت اللہ کی طرف چلی گئی اور روزانہ ہم جو بھی کام کرتے ہیں ہمیں اس کام میں رب العالمین دکھائی دینا چاہئے۔ صبح سیر پر جائیں رستہ میں پرندہ دانے چگ رہا ہوتا ہے۔ تو آپ کے دل سے آواز نہیں نکلتی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾؟ کہ صرف ہمیں رزق نہیں دیتا ان جانوروں کو بھی دیتا ہے۔ اور جو کیڑا وہ چگ لیتا ہے اس کیڑے کا رزق بھی اللہ کے اوپر ہے۔ وہ جس چیز پر پلتا ہے اس کا رزق بھی اللہ کے اوپر ہے۔ سارے زمانے کا رزق، اس کو زندہ رکھنا خدا کے سپرد ہے۔ اور جب عالمین دیکھیں تو تمام Universe کے لئے ایک طاقت چاہئے۔ اس طاقت کے بغیر عالمین قائم نہیں رہ سکتے۔ کوئی چیز ان (عالم، دنیا، عالمین، ساری Universe) سب کو Sustain کر رہی ہے، اسے طاقت بخش رہی ہے۔ وہ اللہ کی ذات ہے۔

تو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ میں ایک سائنس دان بھی اپنے بارہ میں سوچ سکتا ہے۔ اس کو کائنات کا کوئی راز پتہ چلے کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے اس (کائنات) کو Maintain کیا ہے۔ اگر کسی نماز میں وہ یہ سوچ کے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھے گا، اس کو اور مزا آئے گا۔ کوئی شخص اپنے متعلق سوچے کہ اس کی اللہ تعالیٰ نے کیسی تربیت دی، کیا کچھ کھانے کو دیا، کیسا اچھا بنایا۔ جتنا زیادہ اس کا علم اپنے متعلق بڑھے گا اتنا ہی ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کا معنی بڑھے گا۔ تو یہ پہلی آیت جو ہے یہی سارے قرآن پر حاوی ہے۔ مگر صرف یہی نہیں اور بھی آیتیں ہیں جو اس طرح مضمون کو آگے لے جاتی ہیں۔

جب ہم ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کہتے ہیں اس کے بعد کیا کہتے ہیں؟

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾۔

﴿الرَّحْمٰن﴾ کا کیا مطلب ہے؟ بن مانگے دینے والا۔ مگر اس سے پہلے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں ﴿الرَّحْمٰن﴾ آ چکا ہے۔ اس میں بنے مانگے دینے والا، ساری کائنات کو بخشنے والا کے معنی ہیں اگر وہ بن مانگے نہ دیتا تو ﴿رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کی بات نہ شروع ہوتی۔ ﴿رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ بتا رہا ہے کہ اَلْعَالَمِيْن پیدا ہو چکی تھیں۔ اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں جو رحمان ہے اس سے ساری کائنات پیدا ہوئی، بن مانگے۔ تو قرآن کریم میں اَلْحَمْدُ کے بعد پھر الرَّحْمٰن کا دوبارہ کیوں ذکر آیا؟ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سورۃ فاتحہ سے پہلے اور باقی سورتوں سے پہلے پڑھتے ہیں۔

﴿الرَّحْمٰن﴾:

خدا وہ ہے۔ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَان﴾۔ رحمان خدا نے ساری کائنات پیدا کی۔ قرآن بھی اسی نے سکھایا اور انسان بھی اسی نے پیدا کیا۔ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ تو ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ میں جو تخلیق تھی وہ بن گئی تو پھر {رَبِّ الْعَالَمِيْن} کی بات شروع ہوئی۔ دوبارہ کیوں رحمٰن کہہ دیا؟ قرآن کریم میں رحمان کی طرف دو باتیں منسوب ہوئی ہیں۔

(۱) انسان کو پیدا کیا۔ (۲) اس نے قرآن سکھایا۔

تو اب قرآن کی بات شروع ہو رہی ہے۔ سورۃ فاتحہ نے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰه﴾ جب کہہ دیا تو پھر اَلرَّحْمٰن کہہ کر بتایا کہ یہ جو روحانی تعلق ہے سارا روحانی عالم، یہ بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، اور اَلرَّحْمٰن سے متعلق ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو بہت جگہ بہت ہی اعلیٰ عرفان کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرمایا: ''کون خدا سے قرآن مانگنے گیا تھا؟ کوئی بھی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی خود قرآن مانگنے نہیں گئے۔ ﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾۔ یہ رحمٰن خدا نے قرآن عطا کیا ہے بن مانگے۔ دنیا میں کسی انسان نے خدا سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ ہمیں قرآن دے۔ قرآن کا تو پتہ ہی کچھ نہیں تھا۔ تو محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمان خدا نے قرآن سکھایا، جو بن مانگے دینے والا ہے۔ پس دنیا کا عالم بھی رحمان خدا نے پیدا کیا اور روحانی عالم بھی اسی نے بنایا۔ یہ وجہ ہے کہ ﴿اَلرَّحْمٰن﴾ کی تکرار ہوئی ہے۔

﴿اَلرَّحِيْم﴾:

رحمان وہ خدا ہے جس نے قرآن مجید کے تمام احکامات، تمام اچھی چیزیں ہمارے فائدہ کے لئے بیان کر دیں۔ مگر بیان کرنے کے بعد وہ ہم سے غافل نہیں ہوا۔ رَحِيْم اس بات کو بتا رہا ہے۔

﴿رَحْمٰن﴾ کہتے ہیں وہ ذات جو سب سے زیادہ فضل لے کر آئے۔ اتنا رحم کرنے والی ہو کہ بغیر مانگے دے۔ رحمٰن خدا نے کائنات پیدا کی ہے۔ ہر موسم اسی نے پیدا کیا ہے۔ آپ بیج بوتے ہیں، ایک موسم ہوتا ہے بیج کا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: ہر چیز کا ایک موسم ہوتا ہے اگر کوئی چیز بوئی جائے تو وہ اگتی

ربوہ اور پاکستان کے کسی بھی شہر میں رقم کی فوری ادائیگی کے لئے
ہم آپ کو بہترین نرخ اور اچھی خدمت کی ضمانت دیتے ہیں۔

NEXUS MONEY EXCHANGE

363- HIGH ROAD ILFOAD LONDON, IG1 1TF
Tel: 020 8478 2622 Fax:020 8553 5917
Contact: *AFTAB CHOUDHURY*

ہے، نشو ونما پاتی ہے۔ اگر بیج پھینک دیں اور موسم نہ ہو تو پڑا رہے گا۔ مگر گزرا ہوا موسم اللہ دوبارہ لے آتا ہے اور وہ بیج جو پچھلے سال مٹی میں گرایا تھا وہ محفوظ پڑا ہوتا ہے۔ نیا موسم آیا تو بیج پھوٹ پڑتا ہے۔ تو موسم کو بار بار لانے والا ﴿اَلرَّحِیْم﴾ ہے۔

اس ہستی کو ﴿رَحْمٰن﴾ کہتے ہیں جس نے پہلی دفعہ اتنا دے دیا کہ جتنی ضرورت ہوسکتی تھی۔ سب کچھ دے دیا۔ رَحِیْم اس کو کہتے ہیں کہ اگر آپ ﴿رَحْمٰن﴾ سے فائدہ نہ اٹھا سکیں سے تو پھر بھی آپ کی مدد کرے گا۔ ایک سال غفلت کریں، دوسرے سال غفلت کریں، تیسرے سال غفلت کریں، ہمیشہ وہ ایسے مواقع پیدا کرے گا کہ آپ دوبارہ اس کے رحم کو دیکھ سکیں۔ اس کو رَحِیْم کہتے ہیں۔

(اردو کلاس نمبر ۳۱۰۔ ۱۱/اکتوبر ۱۹۹۷ء)

☆......☆......☆

﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾:

اللہ یَوْمِ الدِّیْن کا مالک ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے ﴿وَمَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن﴾ کہ تجھے کیا بات بتائے کہ یَوْمُ الدِّیْن کیا چیز ہے؟ سورۃ فاتحہ میں جو ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ آتا ہے اس کی تشریح جب خدا تعالیٰ نے خود ہی کر دی تو اسی تشریح کو ہمیں پکڑنا چاہیئے۔ بجائے اس کے کہ اپنے اندازے لگائیں کہ یَوْمُ الدِّیْن کیا ہوگا؟ کیا ہوسکتا ہے؟ ﴿ثُمَّ مَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن﴾ پھر تمہیں کیا بتائیں، کیسے سمجھائیں کہ یوم الدین کیا چیز ہے؟ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا ہے ﴿ثُمَّ مَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن﴾۔ پہلے تو یہ مسئلہ حل کرنا ہے کہ کیا اللہ کو سمجھانا نہیں آتا جو کہا کہ تجھے کیا چیز بتائے کہ یَوْمُ الدِّیْن کیا ہے؟ تجھے کیا چیز سمجھا سکتی ہے اور پھر دوبارہ ہم کہتے ہیں کہ ﴿ثُمَّ مَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن﴾۔

اگر آپ ایک اندھے کو مخاطب ہوں جو دیکھ نہیں سکتا۔ آپ اسے سمجھائیں کہ روشنی ایسی ہوتی ہے، ویسی ہوتی ہے۔ پھر اس کو کہیں گے کہ تمہیں سمجھ نہیں آئی، تم سمجھ سکتے ہی نہیں۔ یعنی وہ ہر چیز جو تمہیں عطا نہیں ہوئی اس کو ابھی تم نہیں سمجھ سکتے۔ تو جو تعریف یَوْمُ الدِّیْن کی آگے ہے اس پر غور کرو، پھر سمجھ آئے گی اس بات کی۔ ﴿یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ﴾ (الانفطار: ۲۰،۱۹) یَوْمُ الدِّیْن وہ ہوگا جبکہ کوئی جان بھی اپنے لئے یا کسی دوسری جان کے لئے کسی چیز کی مالک نہیں ہوگی۔ کلیۃً ملکیت Disposess ہو جائے گی۔ انسان اس وقت تک یہ سوچ نہیں سکتا جب تک اس کے ساتھ ایسا واقعہ گزر نہ جائے۔

اگر آپ کی آنکھیں، ناک وغیرہ سب کچھ آپ کے ساتھ نہ ہوں تو آپ بھی مٹ گئے۔ نہ کان، نہ دماغ، نہ عقل، نہ اور کچھ آپ کے قبضہ میں ہو، نہ آپ کی امّی کی چیز آپ کے قبضہ میں ہو اور نہ آپ کسی چیز کے مالک رہیں تو یہ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن ہے۔ کیسے ممکن ہے یہ؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟۔ ہماری جو صفات ہمارے پاس ہیں انہی سے تو ہم پہچانے جاتے ہیں۔ کوئی انسان بھی یہ نہیں سوچ سکتا کہ میرا کچھ بھی باقی نہ رہے حالانکہ سب کچھ خدا کا دیا ہوا ہے۔ اگر وہ واپس لے لے تو پھر ہر چیز، ہر جان، ہر اس چیز سے محروم ہو جائے گی جو اس کو دی گئی ہے۔ اس کو زندگی دی گئی، عقل دی گئی، رشتہ دار دئے گئے، اس کو صفات دی گئیں، وہ سب سے خالی ہو جائے۔ ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ کی یہ تعریف ہے جو اتنی خطرناک تعریف ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا قَدَرُوْا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ﴾ ان لوگوں نے اللہ کی شان نہیں پہچانی ﴿وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ﴾ جبکہ قیامت کے دن زمین کلیۃً اُس کے قبضہ میں ہوگی۔ ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ﴾ آسمان اس کے ہاتھوں میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ گویا کہ انسان اور جو چیزیں ان میں ہیں وہ ساری ختم ہو جائیں گی اور کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ اصل آیت جو مَیں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں وہ ہے ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ جب بگل بجایا جائے گا تو ہر چیز جو زمین و آسمان میں ہے غش کھا کر گر پڑے گی۔ ایسا غش ہوگا کہ کچھ سمجھ نہیں آئے گا۔ ﴿اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ﴾ سوائے اس کے جسے اللہ چاہے اس کو بے ہوش نہیں کرے گا۔ ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی﴾۔ پھر دوبارہ بگل بجایا جائے گا۔ تو سارے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ (سورۃ الزمر: ۶۹،۶۸)

﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ﴾ میں کون مراد ہو سکتا ہے؟ سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ۔ مَیں نے ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ کے ساتھ یہ بات ملائی تھی۔ یعنی اس دن ساری چیزیں جو دی گئی ہیں وہ واپس مانگے گا۔ لیکن جو چیز بطور امانت کے رکھی ہو وہ اگر ایک دفعہ واپس دے دی جائے تو مالک دوبارہ مانگ نہیں سکتا۔ اب رسول اللہ ﷺ نے اس زندگی میں سب کچھ خدا کو دے دیا۔ قرآن سے ثابت ہے کہ ایک ذرہ بھی اپنے پاس نہیں رکھا تو قیامت کے دن اللہ دوبارہ کیسے مانگے گا۔ یہ مطلب ہے حضرت مسیح موعودؑ کا جب آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ خدا کے نیچے مالک ہیں کیونکہ جب آپ نے ہر ملکیت خدا کے حوالے کر دی، اپنا وجود کچھ نہیں چھوڑا۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ آپؐ سے دوبارہ مانگ نہیں سکتا۔ چونکہ اسی دنیا میں پہلے ہی سب کچھ دے چکے ہیں۔

اسی لئے مَیں نے مفسرین سے اختلاف کیا تھا۔ بہت سے مفسرین لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن جب بگل بجایا جائے گا تو رسول اللہ ﷺ بیہوش ہو جائیں گے اور موسیٰؑ بیہوش نہیں ہوں گے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایک قسم کا الزام ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ بیہوش ہوں کیونکہ جو چیزیں ہوش و حواس کی، آپؐ زندگی میں دے بیٹھے ہیں وہ اللہ دوبارہ کیسے لے سکتا ہے تو ﴿اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ﴾ 'سوائے اس کے جس سے اللہ دوبارہ نہ مانگے گا' سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور بھی ہو سکتے ہیں مگر اول طور سے آنحضرت ﷺ ہیں جنہوں نے اس دنیا میں خدا کی ملکیت اس کے سپرد کر دی۔ اب نماز میں یہ جو کام ہے بڑا مشکل ہے۔ جب ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ کہتے ہیں تو بڑی مصیبت نظر آتی ہے۔ یعنی تُو اُس دن کا مالک ہے جس دن یہ کچھ ہونا ہے۔ ہم بالکل Disposess ہو چکے ہیں۔

﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ مان کر ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ کو دنیا میں مانگی ہوئی چیزیں واپس نہ کریں تو مٰلِکِ یَوْم کہہ کر دعا مانگنے میں خرابی ہے۔ اور یہ وہ کام ہے جو نماز میں سب سے مشکل کام ہے۔ تو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن کو مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن کی سب چیزیں آخرت کے دن سے پہلے پہلے واپس کر دینا کہ سب تیرے حوالے، یہ کوشش جو ہے اس کا نام مذہب ہے۔ سب سے بڑا وجود جس نے واقعۃً واپس کیں وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔

مثلاً مَیں آپ کو کوئی چیز دوں پھر آپ سے واپس لے لوں۔ آپ نے مجھے واپس کر دی ہیں مالک تھا تو واپس کیں۔ مَیں آپ سے کہتا ہوں آپ یہ لیں، کھائیں پیئیں، استعمال کریں لیکن جب مَیں مانگوں واپس کر دیں۔ اگر آپ میرے مانگنے سے پہلے ہی واپس کر دیں تو کیا مَیں دوبارہ مانگ سکتا ہوں؟

اب رسول کریم ﷺ کے بارہ میں قرآن شریف میں آتا ہے ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن﴾ (الانعام: ۱۶۳) یعنی تُو اعلان کر دے کہ میری عبادتیں، میری قربانیاں، میرا جینا، میرا مرنا اللہ کا ہو گیا ہے۔ میرے پاس کچھ نہیں رہا۔ یہ اعلان اس دنیا میں ہوا ہے۔ اب قیامت کے دن اللہ کیسے دوبارہ مانگے گا کہ مجھے واپس کر دے۔ رسول اللہ ﷺ کہہ سکتے ہیں کہ تم نے ہی تو کہا تھا کہ اعلان کر۔ اگر تجھے یہ چیزیں وصول نہ ہوئی ہوتیں تو مجھے کیسے اجازت ہوتی اعلان کرنے کی۔ یہ مطلب ہے ﴿مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن﴾ کا۔ اس نکتہ کو اگر کوئی سمجھا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سمجھے ہیں۔ اور کوئی نہ سمجھ سکا۔ آپؑ نے فرمایا یہ وہ رسول ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن زمین پر بنایا گیا۔ چونکہ مالک کے نیچے آ گیا۔ ہر چیز اس کے سپرد کر دی گئی۔ اب جو کچھ وہ کرے گا، مالک کے نمائندہ کے طور پر کرے گا، اپنی مرضی تو نہیں ہوئی۔ جو مالک چاہتا ہے، جو مالک کہے گا وہی کرے گا۔

اللہ نے جو آپ کو آنکھیں دیں، کان دئے، دانت دئے اور جیسی بھی عقل ہے ویسی دی۔ اور اب وہ ساری چیزیں اللہ کو واپس کر دیں کہ یہ اب تیرے سپرد ہیں، جیسے تُو کہے گا ویسے استعمال ہونگی ورنہ نہیں۔ اب تیری مرضی ہے۔ تو کیا خدا تم سے دوبارہ یہ ساری چیزیں مانگ سکتا ہے؟ نہیں۔ تم کہہ سکتے ہو اللہ میاں سب کچھ دے تو دیا ہے۔ تو اس لئے رسول اللہ ﷺ بے ہوش نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ہوش انہی چیزوں کا نام ہے جو ہماری طاقتیں ہیں۔ جب ہوش واپس گئی تو سب کچھ واپس چلا گیا۔ اس لئے ﴿فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ سے مراد ہے کہ قیامت کے دن پہلا بگل ایسا ہوگا جس میں ہر چیز اپنی ہر طاقت سے محروم کر دی جائے گی کیونکہ اس کا مالک اللہ ہے۔ لہذا اصل مالک کہے گا کہ مجھے میری چیز واپس کرو۔ جو پہلے واپس کر چکے ہونگے ان سے نہیں مانگ سکے گا۔

ہم جب اپنی ملکیت میں سے کوئی چیز کسی کو دیتے ہیں تو پھر واپس مانگنے کا حق نہیں رہتا۔ مگر اللہ نے اس شرط کے ساتھ ہر چیز دی ہوئی ہے کہ میری مرضی سے استعمال کرو۔ اگر مَیں واپس مانگوں تو واپس دے دو۔ تو کھانا جو کھاتے ہیں اللہ وہ واپس نہیں مانگتا۔ اگر کھانا کھانے کی اجازت ہو پھر کھائیں تو یہ اس کی مرضی ہے، کھانے کی اجازت نہ ہو پھر کھائیں تو آپ نے اس کی مرضی توڑ دی۔ (اللہ تعالیٰ کھایا ہوا کھانا واپس نہیں مانگتا۔ بلکہ اسلام میں یہ منع ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو کوئی چیز دو، پھر واپس مانگو تو یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی الٹی کر دے، قے کر دے)۔

گویا اللہ کو مونہہ سے مالک کہا، دل سے مالک نہیں مانا۔ جب ہر چیز آپ کی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جائے تو پھر دل سے اللہ کو مالک مانا۔ ان معنوں میں رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو آیت مَیں نے پڑھی تھی، اللہ کہتا ہے کہ تُو ان چیزوں کا مالک نہیں رہا۔ تو نے میری خاطر میرے سپرد کر دی ہیں۔ جب اللہ مان بھی گیا اس دنیا میں ہی کہ مَیں ہی مالک ہوں تو قیامت کے دن اللہ دوبارہ کیسے مانگے گا۔

﴿یَوْمِ الدِّیْن﴾ کے سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا: ﴿یَوْمِ الدِّیْن﴾ اس دن کو کہتے ہیں جب کسی کا اپنا کچھ بھی نہ رہے۔ سب کچھ اللہ میاں کو واپس کر دے۔ ﴿یَوْمِ الدِّیْن﴾ کی کیا تعریف قرآن شریف میں آئی ہے؟ قرآن کریم میں ﴿یَوْمِ الدِّیْن﴾ کو بیان کیا گیا ہے اور ایک ایک آیت سے مَیں نے اس مضمون کو لیا تھا اور سمجھایا تھا۔ ﴿وَمَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الدِّیْن﴾ اے انسان تجھے کیسے سمجھائیں کہ یَوْمُ الدِّیْن کیا چیز ہے، تمہیں دوبارہ پھر کیسے سمجھائیں۔ کوئی طریق بتاؤ کہ تمہیں سمجھ آ جائے۔ ﴿یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ﴾۔ وہ دن جب کہ کوئی شخص کسی اور کے لئے کچھ بھی اپنے پاس نہیں رکھے گا۔ اور کوئی جان اپنے لئے بھی کوئی طاقت نہیں رکھے گی۔ ایسا دن چڑھے گا جب کہ آپ کسی کے کام آ سکتے ہیں نہ کوئی آپ کی ملکیت میں ہوگا۔ نہ آپ کی اپنی جان، نہ اپنا دماغ، نہ دل، نہ آپ کی طاقتیں آپ کے قبضہ میں ہوں گی۔ ﴿وَالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰہِ﴾ اس دن سب معاملات اللہ کی طرف واپس چلے جائیں گے۔

(اردو کلاس نمبر ۳۱۹۔ ۷/اکتوبر ۱۹۹۷ء)

(باقی آئندہ)

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEERPARK ROAD, LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

زارِ روس کا انجام

روس کے ظالم بادشاہ Ivon (۱۵۳۳ء-۱۵۸۴ء) نے اپنے لئے زار کا لقب اختیار کیا جو بعد میں روسی بادشاہوں کے لئے مشہور ہو گیا۔ ۲۲واں اور آخری زار اومانوف نکولس ثانی تھا جو ۶؍مئی ۱۸۶۸ء کو پیدا ہوا۔ الیگزینڈر ثالث اُس کا باپ اور میری فیوڈرونا اُس کی ماں کا نام تھا۔ زار خاندان تین سو سال سے روس کا مطلق العنان حاکم تھا۔ روس کا رقبہ دو کروڑ ۴۴ لاکھ ۲ہزار مربع کلومیٹر اور آبادی ساڑھے پچیس کروڑ تھی جس میں روسی، جرمن، اٹالین، ترک اور لاطینی قومیں شامل تھیں۔

زار بھی فرعون کی طرح اپنی حکومت کو ازلی و ابدی سمجھتا تھا چنانچہ ۱۸۹۰ء میں جب نکولس ثانی کی تاجپوشی ہوئی تو اُس نے تکبر سے اعلان کیا کہ دنیا کی کوئی طاقت اُس کو تبدیل نہیں کرسکتی۔ اُس کی شادی برطانوی ملکہ وکٹوریہ کی نواسی الیگزینڈرا سے ہوئی۔ الیگزینڈرا کی والدہ شہزادی ایلس ایک جرمن شہزادے سے بیاہی گئی تھی۔ اس طرح زار انگلستان کے بادشاہ جارج پنجم کی پھوپھی زاد بہن کا شوہر تھا۔

زار عیسائیوں کا روحانی پیشوا بھی کہلاتا تھا۔ اُس کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔ اُس کے رعب سے ایک دنیا کانپتی تھی اور بڑے بڑے سلاطین اُس کی نظر کرم کے محتاج تھے۔ ایسے میں ۱۵؍اپریل ۱۹۰۵ء کو حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ایک نظم میں یہ پیشگوئی فرمائی:

زار بھی ہوگا تو اُس گھڑی باحالِ زار

نیز فرمایا کہ یہ واقعہ سولہ سال کے اندر ظاہر ہوگا۔

۳؍جنوری ۱۹۰۵ء کو سینٹ پیٹرز برگ کے شہر میں مزدوروں نے ایک عام ہڑتال کی اور ۹؍جنوری کو جلوس نکالا اور اُن پر ہونے والے مظالم پر فریاد کی۔ جب یہ جلوس زار کے محل کے سامنے پہنچا تو زار کے حکم پر جلوس پر گولی چلائی گئی جس سے ایک ہزار مزدور مارے گئے اور دو ہزار سے زائد زخمی ہوئے۔ اُن کے لیڈر جیل میں ڈال دیئے گئے۔ شہر کی گلیاں مزدوروں کے خون سے بھر گئیں۔ اس پر سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی جس کے نتیجہ میں زار کو کچھ مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لیکن اسی سال روس کو جاپان کے ہاتھوں ذلّت آمیز شکست ہوئی اور اسی سال زار کی حکومت کے خلاف عوامی تحریک کا آغاز ہوگیا۔ زار نے تحریک چلانے والوں پر مظالم کی انتہا کردی لیکن اس سے تحریک میں زیادہ قوّت پیدا ہوتی چلی گئی۔ آخر انتہائی سختی سے یہ تحریک بظاہر کچل دی گئی۔

۱۹۱۴ء میں جب روس جنگ عظیم اوّل میں کودا تو جرمنی نے روس کو پے در پے شکستیں دیں جس سے روسی فوج کا حوصلہ پست ہوگیا۔ اس پر ۱۹۱۵ء کے آخر میں زار نے روسی فوج کی کمانڈ اپنے ہاتھ میں لے لی جس سے فوج پر اچھا اثر پڑا لیکن زار کی غیرحاضری میں گورنروں کی غلطیوں سے لوگوں کا جوش بھڑک اٹھا اور فساد رونما ہوگیا۔ زار نے گورنر کو سختی کرنے کا حکم دیا لیکن اس کا نتیجہ برعکس نکلا۔ اس پر زار نے گورنر تبدیل کیا لیکن حالات بہتر نہ ہوئے۔ چنانچہ زار واپس دارالحکومت کی طرف روانہ ہوا۔ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ اُسے بغاوت کی اطلاع ملی جس میں بلوائیوں نے حکومتی دفاتر پر قبضہ کرکے عوامی حکومت کے قیام کا اعلان کردیا۔ یہ واقعہ ۱۲؍مارچ ۱۹۱۷ء کو ہوا۔ ۱۵؍مارچ کو زار نے تخت سے دستبرداری کا اعلان ان الفاظ میں کیا: "مجھے جہاں بھی چاہو بھیجو، وہاں جانے کے لئے تیار ہوں اور ہر ایک فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کرتا ہوں"۔

۲۱؍مارچ کو زار اپنے محل میں واپس پہنچ گیا۔ شاہی خاندان اگست تک وہیں مقیم رہا اور پھر عارضی حکومت کے فیصلے کے مطابق ۱۳؍اگست کو شاہی خاندان کو محل سے دُور، دارالحکومت سے باہر منتقل کردیا گیا۔ اپریل ۱۹۱۸ء میں زار کو ایک قصبہ اکٹیرن کے دو کمروں کے بوسیدہ مکان میں منتقل کردیا گیا جہاں اُسے دن میں دو مرتبہ سیاہ آٹے کی روٹی اور سبزیوں کا شوربہ دیا جاتا۔ پھر زار کے افراد خانہ کی ایذادہی کا آغاز ہوا۔ اُس کے بیٹے کو زدوکوب کیا جاتا اور بیٹیوں کی جبراً عصمت دری کی جاتی اور یہ سب کچھ دیکھنے پر زارینہ کو مجبور کیا جاتا۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ۴؍جولائی ۱۹۱۸ء کو شاہی خاندان کے قتل کا فیصلہ کرکے یوروسکی کو اس کام پر مامور کیا گیا۔ اُس نے ۱۶؍جولائی کی رات شاہی خاندان کو اُن کے ڈاکٹر اور دو نوکروں سمیت تہہ خانہ میں لے جاکر قتل کیا۔ اُن کے ہیرے جواہرات اُن سے علیحدہ کئے اور ساری لاشیں ایک گاڑی میں رکھ کر جنگل میں لے گیا جہاں اُن کے ٹکڑے کرکے انہیں بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا گیا۔ جو حصے جلنے سے رہ گئے اُن کو سلفیورک ایسڈ سے جلایا گیا۔ تین دن تک قاتل اس کام میں لگے رہے۔ پھر راکھ کو دوسرے مقامات پر لے جاکر بکھیر دیا گیا۔

اگرچہ یہ کارروائی خفیہ رکھی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ راز فاش کرکے اسے صداقت حضرت مسیح موعودؑ کا ثبوت ٹھہرانا تھا اس لئے بعد میں قائم کی گئی تحقیقاتی کمیٹی نے تفصیل سے تفتیش کی تو سارا معاملہ کھل گیا اور جلد ہی ساری کہانی کا دنیا کو علم ہوگیا کہ کس طرح ایک متکبر اور ظالم بادشاہ اپنے منطقی بدانجام کو پہنچا۔

زار روس کے بارہ میں یہ مضمون ماہنامہ "خالد" ربوہ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں مکرم ساجد محمود بٹر صاحب کے قلم سے شامل اشاعت ہے۔

صحابہ حضرت مسیح موعودؑ کی قبولیت دعا

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۹؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم عطاء الوحید باجوہ صاحب کے قلم سے حضرت مسیح موعودؑ کے اصحابؓ کی قبولیت دعا کے ایسے واقعات شائع ہوئے ہیں جن کا تعلق ملازمت ملنے اور ملازمت یا کاروبار میں ترقی عطا ہونے سے ہے۔

جب حضرت نواب عبداللہ خانصاحبؓ کو سندھ میں بہت دشوار گزار حالات سے گزرنا پڑا تو اُن کے خطوط ملنے پر حضرت نواب امۃالحفیظ بیگم صاحبہؓ بہت پریشانی میں دعائیں کرتی تھیں۔ اسی دوران آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں: دیکھو تکلّفات میں نہ پڑنا، تکلّفات اخلاص اور محبت کی جڑیں کاٹ دیتے ہیں۔ آپؓ یہ خواب دیکھ کر بہت گھبرائیں اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت میاں صاحبؓ نے فرمایا کہ یہ تمہاری دعاؤں کا جواب ہے کیونکہ کچھ ہوگا تو تکلّفات میں پڑو گی یعنی میاں عبداللہ کا کام بہت اچھا ہو جائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خانصاحبؓ کو بہت منافع عطا فرمایا لیکن دونوں میاں بیوی نے حضرت مسیح موعودؑ کی تنبیہ کا بہت خیال رکھا اور ہمیشہ سادگی پسند رہے۔

حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ صوفی عبدالرحیم صاحب آف امرتسر کی خواہش پر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ اور مَیں نے اُن کی ترقی کے لئے دعا کی۔ رات کو بھی خاص توجہ سے دعا کی تو رؤیا میں بتایا گیا کہ اُن کو ترقی مل جائے گی۔ اُن کے کہنے پر رؤیا اُن کو لکھ کر دیدی۔ چنانچہ وہ چار پانچ سو روپے ماہوار سے پندرہ سو روپے ماہوار تک جا پہنچے۔

حضرت مولانا راجیکی صاحبؓ کو حضرت مصلح موعودؓ کا پیغام ملا کہ عالمی عدالت میں جج کی آسامی کے لئے حضرت چودھری محمد ظفراللہ خانصاحبؓ امیدوار ہیں، ان کے لئے دعا کریں۔ چنانچہ آپؓ نے متواتر دعا اور استخارہ کیا جس کے نتیجہ میں آپ کو الہاماً یقینی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور برکت عطا ہونے کی بشارت ملی۔

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالویؓ تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۳۴ء میں مجھے لاہور چھاؤنی میں تبدیل کردیا گیا۔ بار بار کے تبادلوں سے میری طبیعت اکتا گئی اور مَیں چاہتا تھا کہ کسی طرح مجھے پنشن مل جائے اور مَیں بقیہ زندگی قادیان میں گزاروں۔ سو اللہ تعالیٰ نے چند ہی ہفتوں میں میری خواہش پوری کردی اور مَیں طبی لحاظ سے ناقابل ملازمت قرار دیا جاکر ۱۹۳۵ء میں قادیان آگیا۔ یہاں کمرہ بند کرکے مَیں نے دعا کی کہ الٰہی! تُو میری خواہش کے مطابق یہاں لے آیا ہے، ایک اَور نظر رحم کر کہ مجھے کسی کے در پر رزق اور ملازمت کے لئے جانا نہ پڑے حتیٰ کہ خلیفہ کے در پر بھی نہ لے جائیو اور اپنے فضل سے میرے رزق کے سامان کرنا۔ دعا کے بعد مَیں نے کمرہ کا دروازہ کھولا تو ایک دوست کھڑے تھے۔ انہوں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا خط دیا کہ آپؓ سے ملوں۔ چنانچہ ملنے پر حضرت میاں صاحبؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مَیں آپؓ کے دفتر میں کام کروں۔ مَیں نے خوشی کے ساتھ تعمیلِ ارشاد کی۔ پھر مجھے احمدیہ سٹور کا مینیجر بھی مقرر کردیا گیا اور اس طرح مجھے اتنی ہی آمدنی ہونے لگی جتنی سابقہ ملازمت میں تھی۔

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ کے بارہ میں مکرم مستری علم الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قادیان میں مجھے بیس پچیس روز کوئی کام نہ ملا اور ایک دوسرے دوست کے ساتھ مَیں پریشانی میں مغلپورہ جانے کے لئے روانہ ہوا۔ قادیان میں ہی حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ سے ملاقات ہوئی تو ہم نے انہیں دعا کے لئے عرض کیا۔ آپؓ نے وہیں کھڑے ہو کر دعا کی۔ جب ہم مغلپورہ پہنچے تو اسٹیشن پر ہی ایک شخص آواز دے رہا تھا کہ کوئی مستری ہے۔ چنانچہ ہم اُس کے ساتھ ہو لئے اور بیس پچیس روز اُس کے ساتھ کام کیا اور ہماری مالی پریشانی کشائش میں بدل گئی۔

مکرم محمد صدیق ننگلی صاحب

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۱۳؍ستمبر ۲۰۰۲ء میں مکرم محمد صدیق ننگلی صاحب سابق مربی سلسلہ کی وفات کی خبر شائع ہوئی ہے۔

آپ ۱۹۳۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۵۴ء میں جامعہ احمدیہ پاس کرنے کے بعد پاکستان کے مختلف علاقوں میں تعینات رہے۔ ۱۹۷۳ء میں سرینام بھجوائے گئے جہاں سے ۱۹۸۴ء میں واپس آئے تو جامعہ احمدیہ میں استاد کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ ۱۹۸۷ء میں آپکی تقرری سیرالیون میں ہوئی جہاں ۱۹۹۰ء میں بیماری کے باعث انگلستان آگئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۹۱ء سے جرمنی میں مقیم تھے اور وہاں بھی خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۹؍اکتوبر ۲۰۰۲ء میں شامل اشاعت مکرمہ ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ کی ایک نظم سے انتخاب پیش ہے:

چمن کی ہر روش کو خونِ دل سے ہم سنوار آئے
نگار آئے ، غزال آئے ، کبھی شاید بہار آئے
تم آؤ گے تو کتنی بولتی آنکھیں یہ پوچھیں گی
گئے تھے دو گھڑی کو تم وہاں صدیاں گزار آئے
ترے میکش ترستے ہیں ترے ہاتھوں سے پینے کو
سجے محفل لب دریا مرے ساقی خمار آئے

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611

Vol. 10 Friday, April 11, 2003 Issue No. 15

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

’’امن کے داروغے‘‘

آج سے نصف صدی قبل سیدنا و مرشدنا و امامنا مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پاکستان کے مذہبی اور سیاسی زعماء کی تباہ کن سیاست سے دل برداشتہ ہوکر اپنے مولائے حقیقی کے حضور التجا کی:۔

دنیا میں یہ کیا فتنہ اٹھا ہے میرے پیارے
ہر آنکھ کے اندر سے نکلتے ہیں شرارے
یہ منہ ہیں کہ آہنگروں کی دھونکنیاں ہیں
دل سینوں میں ہیں یا کہ سپیروں کے پٹارے
ہے امن کا داروغہ بنایا جسے تونے
خود کر رہے ہیں فتنوں کو آنکھوں سے اشارے

(الفضل لاہور ۵/اگست ۱۹۵۲ء)

۱۹۵۲ء سے اب تک ’’امن کے داروغوں‘‘ کی شربار سیاست سے ہمارے وطن عزیز پاکستان میں آج کیا حشر بپا ہے اس پر ہر آنکھ نمناک اور ہر محبّ وطن سرتاپا احتجاج بن چکا ہے۔

’’بارودی الفاظ کی چاندماری‘‘

محولہ بالا چونکا دینے والا عنوان پاکستان کے ایک کالم نویس حافظ شفیق الرحمان صاحب کے ایک حالیہ شذرہ کا ہے جو روزنامہ دن ۲۰/دسمبر ۲۰۰۲ء کے صفحہ ۵ کی زینت ہوا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

’’ادب، صحافت اور سیاست کے وہ طالب علم جنہوں نے کتابوں میں انیس و دبیر، غالب و ذوق، اکبر و سرسید، شبلی و ابوالکلام، ظفر علی و بخاری، سالک و مہر، حفیظ و تاجور اور قائداعظم و گاندھی کی معاصرانہ چشمکوں اور مناقشوں کی روداد پڑھ رکھی ہے، جب وہ آج کے اخبارات کی جلی و ذیلی سرخیوں میں سیاستدانوں کی برہنہ موشگافیوں اور عریاں نکتہ آفرینیوں کا ’’بامر مجبوری‘‘ مطالعہ کرتے ہیں تو سارا دن ان کی طبیعت میں انقباض وانتشار اور تکدر کی اذیت ناک کیفیتوں کا جوار بھاٹا پیدا ہوتا رہتا ہے اور وہ سر بگریباں اور سر بزانو ہوکر سوچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ زمانے کی گردشوں نے انہیں کس دور میں لا پھینکا ہے، جہاں چاروں طرف ایک ہی شکایت ہے:

جہل خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انسان، بڑھ گئے سائے‘‘

’’......آج کی دنیا کا مظلوم ترین فرد اخبار کا قاری ہے جسے سویرے سویرے اخبار کے صفحات پر ایسے ایسے بدبودار، غلیظ اور متعفن بیانات دکھائی دیتے ہیں جنہیں پڑھ کر کسی بھی نفیس اور نستعلیق قاری کی طبیعت متلائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ناشتے کی میز پر پڑا ہوا اخبار اسے اس خوفناک اور دہشت ناک لاش کی طرح دکھائی دیتا ہے جسے لاشوں کا کاروبار کرنے والا کوئی عطائی سرجن اپنے خفیہ آپریشن تھیٹر کی ٹیبل پر کارآمد اعضاء نکالنے کے بعد ادھڑی اور ان سلی حالت میں کھلا چھوڑ کر بھاگ گیا ہو۔ بوسیدہ لاش نے آپریشن تھیٹر میں کس قسم کا مہلک اور ہولناک تعفن پھیلا رکھا ہوگا، اس کا تصور کیجئے...... سوچئے اور بتلائیے کہ کیا بعینہ اسی قسم کی کراہت انگیز بدبو کے بھبھکے ہمارے سیاستدانوں کے غلیظ بیانات کی وجہ سے اخبار کے صفحات سے اٹھتے ہوئے محسوس نہیں ہوتے؟

ہمارے عزت مآب رہنمایان کرام جب ایک دوسرے کے خلاف سینہ تان کر، خم ٹھونک کر اور آستیں چڑھا کر معرکہ آرائی کے لئے کسی عوامی جلسہ کے میدان کارزار میں اترتے ہیں تو مائیک کے سامنے لب کشا ہوتے وقت رہنما اپنے منہ کو توپ کا دھانہ بنا لیتے ہیں اور ’’بارودی الفاظ کی چاندماری‘‘ سے فریق مخالف کا قلع قمع کرنے کے لئے اس طرح اس کی تکّہ بوٹی کرتے ہیں کہ سلاٹر ہاؤس میں ’’جمعیت القریش‘‘ کا کوئی ’’فاضل رکن‘‘ ذبح شدہ جانور پر اس پیشہ وارانہ مہارت سے کہاں ’’دادفن‘‘ دیتا ہوگا۔

قومی زبان کی نزاکتوں اور لطافتوں سے بے بہرہ سیاسی جماعتوں کے ان سربراہوں کو جن کی سیاست گری کے اصول و نظریات واشنگٹن سے امپورٹ کئے جاتے ہیں۔ خفیہ ایجنسیوں سے ڈیپوٹیشن پر آئے ہوئے بیان نویس میر منشیوں نے مکمل طور پر اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ وہ بھی ایک ٹکٹ میں دودو مزے لے رہے تھے۔ ادھر وہ اعلیٰ عہدے پر ’’فائز‘‘ تھے ادھر سیاسی جماعتوں کے میڈیا سنٹر ان کے پنجہ استبداد میں طائر نیم بسمل کی طرح تڑپ اور پھڑک رہے تھے۔ حکومتی جماعت میں وہ سرکاری مراعات سے دودو ہاتھ کر رہے تھے۔ تو قائد حزب اختلاف نے انہیں اپنی جماعت کے مرکزی عہدے تک ’’ھبہ‘‘ کر رکھے تھے۔ ہزاروں روپے کے ماہانہ اعزازیئے بونس کے طور پر وصول کرنے والے عصر حاضر کے یہ ’’طالسطائی‘‘ اور ’’خلیل جبران‘‘ لکھتے وقت قلم میں روشنائی بھرنے کی بجائے تیزاب سے استفادہ کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ دامن قرطاس میں الفاظ کے نگینے جڑنے کی بجائے کاغذ کی جھولی کو کلاشنکوف کے کارتوسوں سے بھر دینے کو اپنے ’’ہنر کا اعجاز‘‘ اور ’’اپنے فن کی معراج‘‘ گردانتے تھے...... وہ تو قلم میں روشنائی بھی اس طرح بھرتے، گویا کلاشنکوف کے چیمبر میں کارتوس بھر رہے ہوں۔ محرمان راز ہائے دردن خانہ بخوبی جانتے ہیں کہ بیان بازی اور زبان درازی کے اس اندھے یدھ میں کون سے سورما کس محاذ پر کس مرئی ادارے کی طرف سے متعین ہیں اور کیا خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ’’انجام‘‘ سے بے خبر سیاسی قائدین نشہ اقتدار و قیادت میں دھت ان کے اشاروں پر ایک ’’معمول‘‘ کی طرح کارفرما تھے۔

رقص زنجیر پہن کر بھی کیا جاتا ہے

قارئین محترم! جب صورتحال یہ ہو تو کسی محبّ وطن قلمکار کی ’’قیام امن‘‘ اور ’’انسداد محاذ آرائی‘‘ کی کاوشوں کی بیل کیسے منڈھے چڑھ سکتی ہے...... ویسے بھی...... کون سنتا ہے فغان درویش...... نقار خانے میں طوطی کی آواز پر نقارچیوں نے پہلے کبھی کان دھرے تھے کہ آج ان سے ہمہ تن گوش ہونے کی توقع رکھیں‘‘۔

جماعت احمدیہ گلاسگو کے زیر انتظام تبلیغی عیدملن پارٹی کا اہتمام

(رپورٹ: محمد اکرم ملک۔ مبلغ سکاٹ لینڈ۔ گلاسگو)

الحمدللہ جماعت احمدیہ گلاسگو (سکاٹ لینڈ) نے ۱۶/فروری ۲۰۰۳ء کو ایک نہایت کامیاب تبلیغی عیدملن پارٹی کا انعقاد کیا۔ جس میں اسّی سے زائد غیرمسلم سکاٹش افراد نے شرکت کی۔ اس تقریب کی کسی قدر تفصیلی رپورٹ درج ذیل ہے:۔

اس تقریب کے انعقاد کا فیصلہ مجلسِ عاملہ کے مشورہ سے قریباً اڑھائی ماہ قبل ہی کرلیا گیا تھا اور امسال طے ہوا کہ صرف سکاٹش غیر مسلم احباب و خواتین کو ہی اس میں مدعو کیا جائے۔

گزشتہ سال کی طرح امسال بھی علاقہ کے کونسلرز حضرات کو اس پارٹی میں مدعو کیا گیا۔ انہیں جماعت کی طرف سے تعارفی خط کے ذریعہ دعوت نامے ارسال کئے گئے۔ اسی طرح سکولوں کے اساتذہ کو بھی اس پارٹی کے لئے دعوت دی گئی اور ۳۹ اساتذہ نے اس پروگرام میں شرکت کی۔

تقریب کا آغاز

تقریب کا آغاز ۵ بجے شام محترم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن کی زیرِ صدارت تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت اور انگریزی ترجمہ کے بعد مکرم عبدالغفار عابد صاحب ریجنل امیر سکاٹ لینڈ نے جملہ مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے مختصر طور پر اسلام اور احمدیت نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف پیش کیا۔

مکرم امیر صاحب کی تقریر کے بعد محترم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب نے خطاب کرتے ہوئے عیدین کی فلاسفی بیان کی اور بالخصوص عیدالاضحیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ آپ نے اپنی تقریر میں اس نظریہ کا بھی ردّ کیا کہ قربانی حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیش کی گئی تھی۔ اسی طرح امام صاحب نے حج کی فلاسفی بیان کرتے ہوئے حج کے بعض بنیادی ارکان کی تفصیل بیان کی۔

امام صاحب کی تقریر کے بعد سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا جس کے لئے بیس منٹ کا وقت مقرر تھا مگر مہمانوں کی دلچسپی کے باعث یہ مجلس قریباً نصف گھنٹہ جاری رہی۔ تقریب کے اختتام پر تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا گیا بالخصوص اساتذہ کا جو کہ اپنی تعطیلات کے باوجود اس تقریب میں شمولیت کے لئے تشریف لائے۔

Mr. Geoffrey Orr جو کہ یہاں محکمۂ صحت NHS میں Associate Potgraduate Dean کے معزز عہدہ پر فائز ہیں نے کہا کہ عدیم الفرصتی کے باوجود میں نے اور میری اہلیہ نے شرکت کا فیصلہ کیا اور اب محسوس ہوا ہے کہ واقعی ہمارا فیصلہ درست تھا اور میرے خیال میں یہی کیفیت جملہ تمام حاضرین کی ہوگی۔ مسٹر جیفری آر کے مختصر مگر نہایت جامع اظہار تشکر کے بعد محترم امام صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔ پھر تمام حاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا جس کے بعد یہ بابرکت تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْهُمْ تَسْحِيقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑادے۔